تحفۃ الدرر
شرح
نخبۃ الفکر
مع
خیر الاصول فی حدیث الرسول
از مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ
مولانا سعید احمد پالنپوری
استاد دار العلوم دیوبند
مکتبہ عمر فاروق

مَعْ

خیر الاصول فی حدیث الرسول

از مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سعید احمد پالنپوری

اُستاذ دار العلوم دیوبند

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345

نام کتاب .... تحفۃ الدرر شرح نخبۃ الفکر

مؤلف .... مولانا سعید احمد پالنپوری

اشاعت اول .... نومبر 2009ء

تعداد 1100

طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر .... مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

021-34594144 Cell: 0334-3432345

ملنے کے پتے

دارالاشاعت ۔ اردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ ۔ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ ۔ آرام باغ کراچی
ادارۃ الانور ۔ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ ۔ سرکی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ ۔ راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ العارفی ۔ جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد
مکتبہ رحمانیہ ۔ اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید ۔ اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ ۔ جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
وحیدی کتب خانہ ۔ محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

فہرست مضامین تحفۃ الدرر شرح نخبۃ الفکر

عرضِ حال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد: امام ابوالفضل حافظ ابن حجر احمد بن علی عسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳ — ۸۵۲) کی بے نظیر تالیف "نُزْھَۃُ النَّظَرِ فِی تَوْضِیحِ نُخْبَۃِ الفِکَرِ فی مُصْطَلَحِ اَھْلِ الْاَثَرِ"، فن اصول حدیث کا شاہکار ہے اور اس کے متنِ متین "نخبۃ الفکر" کو فن میں "ریڑھ کی ہڈی" کا مقام حاصل ہے۔ مدارس اسلامیہ میں فنِ اصول حدیث کی ابتدا اسی کتاب سے ہوتی ہے اور بالعموم اختتام بھی اسی پر ہوجاتا ہے۔ اوّل تو فن کی پہلی کتاب، پھر اندازِ نگارش البُیلاَ، کریلا اور نیم چڑھا! تجربات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عام طور پر طلبار اس کتاب کو پڑھ کر بھی فن سے آشنا نہیں ہوتے۔ اس لئے عرصہ سے خواہش تھی کہ "نخبۃ" ایسی انوکھی تشریح کے ساتھ نونہالوں کے سامنے پیش کیا جائے کہ وہ اسے یاد کرکے "نُزْھَۃ" (تفریح) کے قابل ہوسکیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ دیرینہ آرزو پوری ہوئی اور یہ تحفہ عزیز طلبار کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

"نُخْبَۃ" کے معنیٰ ہیں چنیدہ، منتخب کردہ اور اَلْفِکَر (فا کے زیر اور کاف کے زبر کے ساتھ) جمع ہے فِکْرَۃ کی جس کے معنیٰ ہیں سوچ بچار، غور و فکر۔ اور مصطلح اور اصطلاح مترادف الفاظ ہیں اور اثر کے معنیٰ ہیں حدیث شریف۔ پس نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الاثر کے معنیٰ ہیں: "محدثین کی اصطلاحات (یعنی فن اصولِ حدیث) کے سلسلہ میں چنیدہ افکار و نظریات"۔ حقیقت یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سینکڑوں صفحات میں پھیلے ہوئے مضامین کو "دریا بکوزہ" کر دیا ہے۔ اگر طلبار اس متنِ متین کو محفوظ کر لیں تو امید ہے کہ فن بڑی حد تک اُن کی گرفت میں آجائے گا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس متن کی خود ممزوج شرح لکھی ہے جس کا نام نزھۃ النظر (نگاہ کی تفریح) ہے۔ مدارسِ اسلامیہ میں متن و شرح کا یہی مجموعہ پڑھایا جاتا ہے اور عرفِ عام

میں اسی مجموعہ کو "نخبۃ" کہتے ہیں۔ البتہ حقیقت پسند لوگ "شرح نخبہ" کہتے ہیں کیونکہ "نخبۃ" متن کا نام ہے۔ یہ "تحفہ" اسی "نخبہ" کی شرح ہے۔ نزھۃ کی شرح نہیں ہے۔

اس کی ترتیب اسی طرح ہے کہ اوپر نخبۃ الفکر مشکل (باعراب) رکھا گیا ہے، تاکہ طلباء اس کو حفظ کر سکیں، متن کا حفظ کرنا نہایت معمولی کام ہے، طلبہ ہمت کریں تو ان شاء اللہ پندرہ دن میں پورا متن حفظ ہو جائے گا۔ روزانہ سبق کی ایک مقدار متعین کر کے یاد کرتے رہیں، اور استاذ صاحب کو یا کسی ساتھی کو سناتے رہیں۔ اگر ہمت مردانہ سے کام لے کر طلبہ نے متن یاد کر لیا تو ان شاء اللہ زندگی بھر اسکے فوائد و برکات سے متمتع ہونگے۔

متن کے نیچے "درسی ترجمہ" ہے۔ اس طرح کا ترجمہ میں نے بالقصد کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ ترجمہ طلباء کے لئے زیادہ مفید ہوگا۔ وہ ترجمہ اصل عبارت سے ملا کر ان شاء اللہ کتاب خود حل کریں گے۔ پھر نیچے "تحفۃ الدُّرَر" ہے اس میں پوری کتاب اپنے الفاظ میں مرتب کی گئی ہے اور ہر ہر اصطلاح کی علیحدہ علیحدہ تعریف دی گئی ہے۔ اگر طلباء موتیوں کی اس لڑی کو قبول کرلیں تو ان شاء اللہ فن ان کی گرفت میں آجائے گا۔ اور وہ نزھۃ حل کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

"تحفہ" کا یہ تخیل مجھے "حسن النظر" سے حاصل ہوا ہے۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے مولانا عبد الرحمٰن مدرس مدرسہ سلیمانیہ بھوپال کا، جسے نصف صدی پہلے حضرت اقدس مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ جو اب بالکل نایاب ہے۔ میں نے اس سے بھر پور استفادہ کیا ہے۔ مگر نقل نہیں کی، بلکہ اس سے بہتر اور مفید تر "تحفہ" پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ پیش رو دونوں بزرگوں کو ان کی سعیٔ جمیل کا بہترین صلہ عطا فرمائیں اور مجھ حقیر و بے علم کی یہ محنت محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائیں۔

(آمین یا ربّ العالمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری
خادم دار العلوم دیوبند
یکم ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

نخبة الفكر

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدُ لله الذي لم يزل عالماً قديراً، وصلى الله على سيدنا محمد الذي أرسله إلى الناس كافة بشيراً ونذيراً.
أما بعدُ: فإن التصانيف في اصطلاح أهل الحديث قد كثرت وبُسطت واختُصرت فسألني بعض الإخوان أن ألخص له المهم من ذلك فأجبته إلى سؤاله رجاء الاندراج في تلك المسالك

ترجمہ:۔ تمام تعریفیں اس اللہ پاک کے لئے ہیں، جو ہمیشہ جاننے والے (اور) قدرت والے ہیں اور بے پایاں رحمتیں اتاریں اللہ تعالیٰ ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی طرف خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔
حمد و صلوٰۃ کے بعد، پس یقیناً "اصول حدیث" میں تصنیفات بہت ہو چکی ہیں، تفصیل سے بھی لکھی گئی ہیں، اور اختصار کے ساتھ بھی، اب مجھ سے بعض بھائیوں (شاگردوں) نے درخواست کی کہ میں اُن کے لئے اُن (کتابوں) میں سے اہم مباحث کی تلخیص کروں۔ چنانچہ میں نے (اس کتاب کے ذریعہ) اُن کی درخواست پوری کی، اُن (خدامِ حدیث کی) راہوں میں داخل ہونے کی امید سے۔

فأقول: الخبر: إما أن يكون له طرق بلا عدد معين أو مع حصر بما فوق الاثنين، أو بهما، أو بواحد فالأول المتواتر المفيد للعلم اليقيني بشروطه والثاني المشهور وهو المستفيض على رأي والثالث العزيز وليس شرطاً للصحيح خلافاً لمن زعمه والرابع: الغريب. وسوى الأول آحاد

ترجمہ:۔ تو میں کہتا ہوں کہ "خبر" کے لئے یا تو متعدد سندیں ہوں گی، بغیر کسی معین تعداد کے،

یا تعداد کی تعیین کے ساتھ ہوں گی، دو سے زیادہ (کی تعیین) کے ساتھ، یا دو کے ساتھ، یا ایک کے ساتھ، پس قسم اوّل "متواتر" ہے، جو علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، اپنی شرائط کے ساتھ، اور قسم دوم "مشہور" ہے اور وہی "مستفیض" ہے ایک خیال کے مطابق، اور قسم سوم عزیز ہے۔ اور وہ (عزیز ہونا) شرط نہیں ہے حدیث کے صحیح ہونے کے لئے، برخلاف اُن لوگوں کے جن کا یہ گمان ہے۔ اور قسم چہارم "غریب" ہے اور قسم اوّل کے علاوہ (باقی تینوں قسمیں) "آحاد" ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحمدُ لِلّٰہِ الّذی بِنِعمَتِہٖ تَتِمُّ الصالحات، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الکائنات محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین، امّا بعد:-

اقسام حدیث بلحاظ تعداد اسانید: سندوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث شریف کی چار قسمیں ہیں۔ متواتر، مشہور (مستفیض)، عزیز اور غریب۔

سند حدیث: راویوں کے سلسلہ کو "طریق" اور "سند" کہتے ہیں مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

حَدثنا مکیّ بن ابراھیم قال حدثنا یزید بن ابی عُبَید عن سَلَمَۃَ قال: سمعتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "مَن یَقُل عَلَیَّ مَا لم اَقُل فَلْیَتَبَوَّأ مَقعَدَہ من النار" اس میں شروع سے عن سلمۃ تک حدیث شریف کی سند اور طریق ہے اور من یقل سے آخر تک "متن" ہے

حدیث متواتر: وہ ہے جس کی سندیں بکثرت ہوں اور کثرت کے لئے کوئی تعداد متعین نہیں ہے۔

شرائط تواتر: تواتر کے لئے پانچ شرطیں ہیں (۱) سندوں کی کثرت (۲) رُوات کی تعداد اتنی ہو کہ اُن سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا، یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کا صادر ہونا عادۃً محال ہو (۳) سند کی ابتدا سے انتہا تک ہر طبقہ میں رُوات کی یہ کثرت باقی رہی ہو (۴) رُوات کا منتہیٰ کوئی امر حسّی ہو (یعنی آخری راوی کسی بات کا سُننا یا کسی کام کا دیکھنا بیان کرے) (۵) اُن رُوات کی خبر سے سامع کو علم یقینی حاصل ہوا ہو۔

تنبیہ: اس پانچویں شرط کو بعض لوگوں نے متواتر کا فائدہ کہا ہے۔

متواتر کا فائدہ :- جب تواتر کی تمام شرطیں پائی جائیں گی تو اس حدیثِ متواتر سے علم یقینی بدیہی حاصل ہوگا۔

تنبیہ (۱) :- اگر شرائط پائے جانے کے باوجود کسی خاص مانع سے علم یقینی بدیہی حاصل نہ ہو تو وہ متواتر نہیں ہے بلکہ اس کو "مشہور" کہیں گے۔

تنبیہ (۲) متواتر کے راویوں کی تعداد میں بہت اختلاف ہے، تحقیق یہ ہے کہ کوئی تعداد متعین نہیں ہے بلکہ حسب موقع اتنی کثرت ہونی چاہیئے کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا، یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کا صادر ہونا عادۃً محال ہو۔

متواتر کی مثال :- وہی حدیث شریف ہے جو ابھی اوپر بیان ہوئی یعنی من کذب عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (جان بوجھ کر جو شخص میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں ڈھونڈلے) علاوہ ازیں مسح علی الخفین کی روایات اور ختم نبوت کی روایات بھی متواتر ہیں۔

حدیث مشہور :- وہ ہے جس کے راوی ہر طبقہ میں دو سے زائد ہوں مگر تواتر کی تعداد سے کم ہوں یا اس سے علم یقینی بدیہی حاصل نہ ہو۔

تنبیہ :- عرفِ عام میں "مشہور" بے اصل بات کو بھی کہتے ہیں، وہ یہاں مراد نہیں ہے۔

حدیث مستفیض :- بعض لوگوں کے نزدیک حدیثِ مشہور ہی کو مستفیض بھی کہتے ہیں۔ اور بعض نے اتنی قید اور زائد کی ہے کہ "ہر طبقہ میں راویوں کی تعداد یکساں ہو" کسی طبقہ میں کم زائد نہ ہوئی ہو۔ مثلاً سند کے شروع میں راویوں کی تعداد چار ہے تو آخر تک ہر طبقہ میں تعداد چار ہی رہی ہو، کم و بیش نہ ہوئی ہو۔

نسبت :- پہلی رائ کے اعتبار سے مشہور اور مستفیض میں تساوی کی نسبت ہے اور دوسری رائ کے اعتبار سے مشہور عام ہے اور مستفیض خاص۔

مشہور کی مثال :- مشہور حدیثیں بہت ہیں۔ بطور مثال دو حدیثیں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) المُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ المسلمون من لسانہ ویَدِہٖ، والمھاجر من ھَجَرَ ما حَرَّمَ اللہ (سچا پکا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان محفوظ رہیں اور سچا مہاجر وہ ہے جو ان کاموں کو چھوڑ دے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کئے ہیں)

(۲) لَا یُؤْمِنُ احدُکُم حتی اکونَ اَحَبَّ الیہ من والدہ وولدہ (تم میں سے

کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوں)
حدیث عزیز:۔ وہ ہے جس کے راوی دو ہوں، خواہ ہر طبقہ میں دو ہی دو ہوں یا کسی طبقہ میں زائد بھی ہو گئے ہوں مگر کسی طبقہ میں دو سے کم نہ ہوئے ہوں۔
حدیث غریب:۔ وہ ہے جس کی صرف ایک سند ہو یعنی جس کا راوی صرف ایک ہو خواہ ہر طبقہ میں ایک ہی ایک ہو یا کسی طبقہ میں زائد بھی ہو گئے ہوں۔
کیا حدیث کے صحیح ہونے کے لئے عزیز ہونا شرط ہے؟ نہیں! حدیث کے صحیح ہونے کے لئے عزیز ہونا یعنی کم از کم دو سندوں کا ہونا شرط نہیں ہے۔ غریب حدیث بھی صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اس کا راوی معتبر ہو البتہ بعض لوگوں کے نزدیک حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اس کا عزیز ہونا شرط ہے، اُن کے نزدیک غریب حدیث صحیح نہیں ہو سکتی، مگر ان کا قول صحیح نہیں ہے۔
آحاد:۔ متواتر کے علاوہ باقی تینوں قسموں کو یعنی مشہور، عزیز اور غریب کو "آحاد" کہتے ہیں۔

وَفِيهَا الْمَقْبُولُ وَفِيهَا الْمَرْدُوْدُ لِتَوَقُّفِ الاسْتِدْلَالِ بِهَا عَلَى الْبَحْثِ عَنْ اَحْوَالِ رُوَاتِهَا دُوْنَ الْاَوَّلِ وَقَدْ يَقَعُ فِيهَا مَا يُفِيدُ الْعِلْمَ النَّظَرِيَّ بِالْقَرَائِنِ عَلَى الْمُخْتَارِ

ترجمہ:۔ اور اُن (آحاد) میں "مقبول" بھی ہیں اور اُن میں "مردود" بھی ہیں، اُن سے استدلال موقوف ہونے کی بنا پر، اُن کے راویوں کے احوال کی چھان بین پر، نہ کہ اول کے (یعنی قسم اول متواتر سے استدلال، رواۃ کی تحقیق پر موقوف نہیں ہے) اور کبھی اُن (آحاد) میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے جو علم نظری کا فائدہ دیتی ہے، قرائن کی وجہ سے۔ قول مختار پر۔

آحاد کی قسمیں:۔ راویوں کے حالات کے اعتبار سے آحاد کی دو قسمیں ہیں، مقبول اور مردود یعنی ناقابل عمل،
مقبول:۔ وہ خبر واحد ہے جس کے سب راوی معتبر (ثقہ) ہوں

مردود:۔ وہ خبرِ واحد ہے جس کا کوئی راوی غیر معتبر (ضعیف) ہو
تنبیہ:۔ کوئی حدیث شریف فی نفسہ مَردود (غیر مقبول) نہیں ہو سکتی، صرف راوی کے غیر معتبر ہونے کی وجہ سے مردود کہلاتی ہے۔

آحاد کی دو قسمیں کیوں؟ اس لئے کہ اخبارِ آحاد سے استدلال موقوف ہے اُن کے رُوات کے احوال کی چھان بین پر، اور راوی معتبر بھی ہوتے ہیں اور غیر معتبر بھی۔ اس لئے آحاد کی دو قسمیں ہو گئیں۔ تحقیق سے جس حدیث کے تمام رُوات معتبر ثابت ہوں گے وہ مقبول ہو گی اور جس کا کوئی بھی ایک راوی غیر معتبر ہو گا وہ مردود (غیر مقبول) ہو گی

کیا متواتر کے راویوں کی تحقیق ضروری ہے؟ نہیں! حدیث متواتر کے رُوات کی تحقیق ضروری نہیں ہے کیونکہ اس میں رواۃ کی کثرت کی وجہ سے نیز دیگر شرائط کی وجہ سے ادنیٰ شک و شبہ باقی نہیں رہتا

اخبارِ آحاد بھی کبھی علم نظری کا فائدہ دیتی ہیں!:۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حدیثِ متواتر سے ہمیشہ علم یقینی بدیہی حاصل ہوتا ہے اب جاننا چاہئے کہ اخبار آحاد سے کبھی علم یقینی نظری (استدلالی) حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ ایسے قرائن موجود ہوں جو مفید علم یقینی ہوں۔ بعض لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ مگر قولِ مختار یہی ہے کہ آحاد قرائن موجود ہونے کی صورت میں علم یقینی نظری کا فائدہ دیتی ہیں"

ثُمَّ الغَرَابَةُ إِمَّا اَنْ تَكُونَ فِي اَصْلِ السَّنَدِ اَوْلَا ، فَالْأَوَّلُ الفَرْدُ المُطْلَقُ۔ وَالثَّانِي ، الفَرْدُ النِّسْبِيُّ وَيَقِلُّ إِطْلَاقُ الفَرْدِيَّةِ عَلَيْهِ

ترجمہ:۔ پھر "غرابت" یا تو سند کے شروع میں ہو گی (یعنی صحابی کی جانب میں) یا سند کے شروع میں نہ ہو گی (بلکہ نیچے ہو گی)، پس اوّل "فرد مطلق" اور دوم "فرد نسبی" ہے۔ اور ثانی پر فرد ہونے کا اطلاق بہت کم ہے۔

حدیث غریب: وہ ہے جس کا راوی صرف ایک ہو، خواہ ہر طبقہ میں ایک ہی ایک ہو یا کسی بھی طبقہ میں ایک رہ گیا ہو۔

اقسام غرابت: غرابت کے اعتبار سے حدیث کی دو[۲] قسمیں ہیں: فرد[۱] مطلق اور فرد نسبی۔

فرد[۱] مطلق: وہ ہے جس کی سند کے شروع میں یعنی طبقہ تابعین میں غرابت ہو بایں طور کہ صرف ایک ہی تابعی اس حدیث کو روایت کرتے ہوں، جیسے حدیث شریف۔
اَلْوَلَاءُ لُحْمَۃٌ کَلُحْمَۃِ النَّسَبِ، لَایُبَاعُ، وَلَا یُوْھَبُ، وَلَا یُوْرَثُ،
(وَلاء ایک قرابت ہے نسبی قرابت کی طرح، وہ نہ بیچی جا سکتی ہے، نہ بخشش کی جا سکتی ہے اور نہ ہی میراث میں دی جا سکتی ہے) اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صرف عبداللہ بن دینار (مشہور تابعی) روایت کرتے ہیں۔ پس یہ حدیث فرد مطلق ہے

نوٹ: کسی حدیث کے راوی صرف ایک صحابی ہوں تو وہ حدیث غریب نہیں کہلائیگی، صحابی کا تفرد مضر نہیں ہے

تنبیہ: فرد مطلق میں جو غرابت اصل سند میں ہوتی ہے وہ کبھی نیچے تک بھی باقی رہتی ہے بلکہ کبھی تو مصنف کتاب تک ایک ایک راوی ہی روایت کرتا چلا جاتا ہے۔

فرد نسبی: وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں تو غرابت نہ ہو البتہ وسط سند میں یا آخر سند میں غرابت ہو۔ یہ غرابت کسی خاص صفت کے اعتبار سے ہوتی ہے مثلاً کسی استاذ سے کسی حدیث کے متعدد راوی ہیں مگر ان میں سے ثقہ ایک ہی ہے۔ یا کسی خاص محدث سے روایت کرنے والا ایک ہی راوی ہے تو یہ راوی کی ثقاہت کے اعتبار سے اور معین استاذ سے روایت کرنے کے اعتبار سے غرابت (تفرد) ہے اس لئے اس کو فرد نسبی (یعنی بالنسبۃ الی شیئ) کہا جاتا ہے۔

غریب اور فرد میں فرق: لغت کے اعتبار سے تو دونوں لفظ مترادف ہیں مگر محدثین عام طور پر فرد کا لفظ "فرد مطلق" کے لئے استعمال کرتے ہیں، فرد نسبی کے لئے لفظ "فرد" بہت کم استعمال کرتے ہیں، اس کے لئے زیادہ تر لفظ "غریب" استعمال کرتے ہیں۔

تنبیہ: یہ اصطلاحی فرق صرف لفظ "فرد" اور لفظ "غریب" کے استعمال میں ہے، ان کے مشتقات کے استعمال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں کے لئے تَفَرَّدَ بِہٖ

فلانٌ اور اَغرَبَ فیہ فلانٌ استعمال کرتے ہیں۔

وَخَبَرُ الْآحَادِ : بِنَقْلِ عَدْلٍ، تَامِّ الضَّبْطِ، مُتَّصِلِ السَّنَدِ، غَيْرِ مُعَلَّلٍ، وَلَا شَاذٍّ، هُوَ الصَّحِيحُ لِذَاتِهِ ؛

ترجمہ :- اور خبر آحاد" اچھی طرح محفوظ کرنے والے، معتبر راوی کے بیان کرنے سے، سندِ متصل کے ساتھ، جو معلول بھی نہ ہو، اور شاذ بھی نہ ہو، یہی (حدیث) صحیح لذاتہٖ ہے

اخبار آحاد کی قسمیں مقبول اخبار آحاد کی چار قسمیں ہیں صحیح لذاتہٖ، صحیح لغیرہٖ، حسن لذاتہٖ اور حسن لغیرہٖ

صحیح لذاتہٖ :- وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل (ثقہ یعنی معتبر) ہوں، اور حدیث شریف کو سند کے ساتھ خوب اچھی طرح محفوظ کرنے والے ہوں، اور اس کی سند متصل ہو (یعنی سند میں سے کوئی راوی چھوٹ نہ گیا ہو) اور اسناد میں کوئی علتِ خفیہ (پوشیدہ) نہ ہو اور وہ روایت شاذ بھی نہ ہو۔

عادل :- وہ راوی ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچا ہو نیز ایسی معمولی باتوں سے بھی بچا ہو جس سے انسان کا تقویٰ متاثر ہوتا ہے۔ جیسے راستہ میں بول و براز کرنا، یا راستہ میں کوئی چیز کھانا یا بدکار لوگوں سے میل جول رکھنا وغیرہ۔

ضَبط :- خوب حفاظت کرنا، اچھی طرح سے یاد رکھنا،

اقسام ضبط :- ضَبط کی دو قسمیں ہیں ضبط الصَّدر اور ضبط الکتابہ،

ضبط الصَّدر :- خوب اچھی طرح یاد رکھنا کہ جب چاہے بلا تکلف بیان کر سکے، کچھ رکاوٹ نہ ہو۔

ضبط الکتابہ :- خوب اچھی طرح لکھ رکھنا، لکھے ہوئے کی تصحیح کر لینا اور مشتبہ کلمات پر اعراب لگا لینا۔

سندِ متصل :- وہ سند ہے جو مسلسل ہو، کوئی راوی سلسلۂ سند سے ساقط نہ ہوا ہو۔

حدیث معلل :- وہ حدیث ہے جس میں راوی نے وہم کی وجہ سے کچھ تغیر تبدل کر دیا ہو، اور اس وہمی تغیر و تبدل کا قرائن سے اور تمام سندوں کو جمع کرنے کی وجہ سے

پتہ چل گیا ہو، یہی وہمی تغیر و تبدل علتِ خفیہ ہے جس کی موجودگی میں حدیث شریف صحیح لذاتہ نہیں ہو سکتی، حدیث صحیح لذاتہ کا ایسے وہمی تغیر و تبدل سے محفوظ ہونا بھی ضروری ہے۔

شاذ :- وہ حدیث ہے جس کا راوی ثقہ ہو مگر اس کی روایت اس سے اوثق کی روایت کے خلاف ہو، ایسی روایت بھی صحیح لذاتہ نہیں ہو سکتی، صحیح لذاتہ کے لئے شذوذ سے محفوظ ہونا بھی ضروری ہے اور بعض محدثین ایسے راوی کی روایت کو بھی شاذ کہتے ہیں جس کا سوءِ حافظہ (یادداشت کی خرابی) لازمی ہو۔

نوٹ :- شاذ کی صحیح تعریف پہلی ہی ہے۔

وَتَتَفَاوَتُ رُتَبُهُ بِسَبَبِ تَفَاوُتِ هٰذِهِ الْأَوْصَافِ وَمِنْ ثَمَّ قُدِّمَ صَحِيحُ الْبُخَارِيِّ ، ثُمَّ مُسْلِمٍ، ثُمَّ شَرْطُهُمَا.

ترجمہ :- اور متفاوت (مختلف) ہوتے ہیں "صحیح لذاتہ" کے مراتب، ان اوصاف کے متفاوت ہونے کی وجہ سے۔ اور اسی جگہ سے (یعنی مراتب کے تفاوت ہی کی وجہ سے) مقدم کی گئی ہے۔ صحیح بخاری، پھر صحیح مسلم، پھر دونوں کی شرطیں۔

کیا سب صحیح لذاتہ حدیثیں ایک درجہ کی ہیں؟ نہیں! سب صحیح لذاتہ حدیثیں ایک درجہ کی نہیں ہیں بلکہ راویوں کے اوصاف کے تفاوت سے صحیح لذاتہ حدیثیں بھی متفاوت ہوتی ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ صحیح لذاتہ کے تمام راویوں کا اگرچہ عادل اور تام الضبط ہونا ضروری ہے مگر پھر وصفِ عدالت اور تام الضبط ہونے میں تشکیک (درجات کا تفاوت) ہے بعض رواۃ میں یہ اوصاف اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں اور بعض میں اُن سے کچھ کم ہوتے ہیں، پس اگر کسی حدیث کے سب راویوں میں یہ اوصاف اعلیٰ درجہ کے ہوں تو وہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح لذاتہ ہے اور اگر اوصاف کچھ کمتر ہیں تو اس صحیح لذاتہ کا رتبہ کم ہو جائے گا، اگرچہ کہلائے گی وہ بھی صحیح لذاتہ مگر مرتبہ میں کمتر ہوگی: اسی وجہ سے بخاری شریف کا رتبہ سب سے اونچا ہے: کیونکہ بخاری شریف کے راویوں میں وصف

عدالت اور کمالِ ضبط دوسری کتابوں کے راویوں سے زائد ہے۔

پھر صحیح مسلم شریف کا درجہ ہے:- کیونکہ اس کے راویوں کے اوصاف اگرچہ بخاری شریف کے راویوں کے اوصاف سے کم تر ہیں مگر دوسری تمام کتابوں کے راویوں کے اوصاف سے برتر ہیں[1]

پھر شیخین کی شرط کا درجہ ہے:- یعنی تیسرے درجہ میں کوئی کتاب نہیں ہے بلکہ وہ حدیثیں ہیں جو شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط کے مطابق ہیں، خواہ وہ کسی بھی کتاب کی ہوں[2]

شرائطِ شیخین:- سے مراد یہ ہے کہ حدیث کے تمام راوی وہ ہوں جن سے بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت لی گئی ہے۔ نیز صحیحین میں حدیث لینے کے لئے جو دیگر شرطیں شیخین کے نزدیک ضروری ہیں۔ وہ سب شرطیں بھی اس حدیث میں پائی جاتی ہوں۔ مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک لقاء (ملاقات) کی شرط اور حدیث کی سند میں اختلاف کا نہ ہونا وغیرہ

فَإِنْ خَفَّ الضَّبْطُ فَالْحَسَنُ لِذَاتِهِ، وَبِكَثْرَةِ الطُّرُقِ يُصَحَّحُ

ترجمہ:- پھر اگر ہلکا ہو ضبط (یعنی حدیث محفوظ کرنے میں کچھ کمی ہو) تو وہ "حسن لذاتہ" ہے، اور سندوں کی بہتات (زیادتی) کی وجہ سے (حدیث شریف) صحیح قرار دی جاتی ہے،

حسن لذاتہ:- وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی خفیف الضبط ہو (یعنی اس کی یادداشت ناقص ہو) اور صحیح لذاتہ کی باقی سب شرطیں اس میں موجود ہوں (یعنی رُوات کی عدالت، سند کا اتصال، اسناد کا علت خفیہ سے پاک ہونا اور روایت کا شاذ نہ ہونا)

---

[1] اور جو حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے، اس کا رتبہ صرف بخاری شریف کی حدیث سے بھی اونچا ہے۔ ایسی حدیث کو اگر مخرج حدیث (روایت کرنے والے صحابی) متحد ہو تو "متفق علیہ" کہا جاتا ہے۔

[2] پھر اس حدیث کا درجہ ہے جو صرف بخاری کی شرائط کے مطابق ہے اور اس کے بعد اس حدیث شریف کا درجہ ہے جو صرف مسلم شریف کی شرائط کے مطابق ہے۔

صحیح لغیرہ :- وہ حدیث ہے جو دراصل حسن لذاتہ ہے مگر اس کی سندیں اس قدر کثیر ہیں کہ ان سے راوی کے حفظ میں جو کمی تھی اس کی تلافی ہو گئی ہے۔ یعنی حدیث حسن لذاتہ ہی صحیح لغیرہ بن جاتی ہے جب کہ تعددِ طرق سے ضبط کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔

حسن لغیرہ :- وہ حدیث ہے جس کے کسی راوی میں ثقاہت کی تمام صفات یا بعض صفات نہ پائی جاتی ہوں مگر تعدد طرق سے نقصان کی تلافی ہو گئی ہو شلاً کسی حدیث کا راوی مستور الحال ہو یا ضعف حافظ کی وجہ سے ضعیف ہو مگر تعدد طرق کی وجہ سے قبولیت راجح ہو گئی ہو تو اس کو "حسن لغیرہ" کہتے ہیں۔

نوٹ :- حسن لغیرہ کا بیان آگے ص۴۲ پر تفصیل سے آرہا ہے یہاں مصنف نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے ہم نے اتمام فائدہ کے لئے اس کا ذکر کیا ہے۔

فَإِنْ جُمِعَا فَلِلتَّرَدُّدِ فِي النَّاقِلِ، حَيْثُ التَّفَرُّدُ، وَإِلَّا فَبِاعْتِبَارِ إِسْنَادَيْنِ

ترجمہ :- پھر اگر اکٹھا کی جائیں دونوں (یعنی صحیح اور حسن) تو یہ، راوی میں تردد کی وجہ سے ہوتا ہے، جہاں تفرد ہو، ورنہ تو دو سندوں کے اعتبار ہوتا ہے۔

صحیح بھی اور حسن بھی :- امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی سنن میں حسن اور صحیح کو جمع کرتے ہیں اور ھٰذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ کہتے ہیں۔ یہ جمع کرنا دو وجہ سے ہوتا ہے۔

پہلی وجہ :- جہاں حدیث کی صرف ایک سند ہوتی ہے وہاں دونوں وصف اس لئے جمع کرتے ہیں کہ امام ترمذی کو کسی راوی کے بارے میں تردد ہوتا ہے کہ آیا وہ تام الضبط تھا یا خفیف الضبط؟ اس صورت میں حسن صحیح کے درمیان اَوْ محذوف ہوگا یعنی یہ حدیث یا تو صحیح ہے یا حسن۔

دوسری وجہ :- جہاں حدیث کی ایک سے زیادہ سندیں ہوتی ہیں وہاں دونوں وصف جمع کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث ایک سند کے اعتبار سے صحیح ہے اور دوسری سند کے اعتبار سے حسن۔

نوٹ:۔ مصنف رحمہ اللہ نے یہ جو دو وجہیں بیان کی ہیں، اُن میں نظر ہے تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔ فن کی بڑی کتابوں میں اس کا بیان موجود ہے۔

> وَزِيَادَةُ رَاوِيهِمَا مَقْبُولَةٌ مالم تَقَعْ مُنَافِيَةً لِمَنْ هو أَوْثَق؛ فَإِن خُولِفَ بِأَرْجَحَ، فَالرَّاجِحُ "المحفوظ"، وَمُقَابِلُهُ "الشَّاذُ"؛ ومع الضَّعْفِ، فَالرَّاجِحُ "المعروفُ" ومقابلُه "المنكر"

ترجمہ:۔ اور حدیث حسن وصحیح کے رُوات کی زیادتی مقبول ہے، جب تک منافی نہ ہو، وہ زیادتی اُس راوی کے (بیان کے)، جو اُس سے، اوثق (ثقاہت واعتبار میں بڑھا ہوا) ہے۔ پھر اگر مخالفت کیا گیا وہ اَرجح (برتر) کے ذریعہ، تو راجح "محفوظ" ہے۔ اور اس کی بالمقابل (روایت) "شاذ" ہے، اور ضعف کے ساتھ راجح "معروف" ہے اور اس کی بالمقابل (روایت) "منکر" ہے۔

مضمون کی زیادتی اور اُس کی قسمیں:۔ اگر حدیث صحیح یا حسن کا راوی کوئی زائد مضمون بیان کرے تو اس زیادتی کی پانچ قسمیں ہیں مقبول، محفوظ، شاذ، معروف اور مُنکر

مقبول:۔ ثقہ راوی کی وہ زیادتی ہے جو اَوْثق کے خلاف نہ ہو۔ اس کے اِس زائد مضمون کو یا تو مستقل حدیث قرار دیں گے یا حدیث کا باقی ماندہ حصّہ کہیں گے، جسے اوثق راوی کسی وجہ سے بیان نہیں کر سکا ہے۔

شاذ اور محفوظ:۔ اگر ثقہ راوی کا بیان اَرجح کے خلاف ہو تو ثقہ کے بیان کو "شاذ" اور ارجح کے بیان کو "محفوظ" کہیں گے۔

نوٹ:۔ ثقہ راوی عام ہے خواہ حدیث صحیح کا راوی ہو یا حسن کا۔ اور اَرجح کی اَرجحیّت بھی عام ہے خواہ ضبط کی زیادتی کی وجہ سے راجح ہو یا تعداد کی کثرت کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے راجح ہو اور مخالفت ایسی ہو کہ اس زیادتی کو لینے کی صورت میں ارجح کی روایت کا رد کرنا لازم آئے۔

معروف و مُنکر:۔ اگر ضعیف راوی کا بیان ثقہ راوی کے خلاف ہے تو ضعیف راوی کے

بیان کو "منکر" اور ثقہ کے بیان کو "معروف" کہیں گے (منکر کی ایک تعریف اور آگے ص۲۳ پر آرہی ہے)

وَالْفَرْدُ النِّسْبِيُّ إِن وَافَقَهُ غَيْرُهُ فَهُوَ "الْمُتَابِعُ"؛ وَإِن وُجِدَ مَتْنٌ يُشْبِهُهُ فَهُوَ "الشَّاهِدُ"، وَتَتَبُّعُ الطُّرُقِ لِذَلِكَ هُوَ "الإِعْتِبَارُ"

ترجمہ: اور اگر فردِ نسبی کی موافقت کرے کوئی دوسرا راوی تو وہ (دوسرا راوی) "متابع" ہے۔ اور اگر کوئی ایسا متن پایا جائے جو فردِ نسبی کے متن سے ملتا جلتا ہو تو وہ (دوسرا متن) "شاہد" ہے۔ اور اس مقصد کے لئے (یعنی شاہد و متابع کو جاننے کے لئے) سندوں کی تلاش کا نام "اعتبار" ہے۔

متابعت: کسی راوی کا فردِ نسبی راوی کے ساتھ اسنادِ حدیث میں موافقت کرنا۔

متابِع اور متابَع: ایک راوی فردِ نسبی مانا جارہا تھا پھر تتبع و تلاش سے دوسرا راوی مل گیا جو فردِ نسبی کے ساتھ اسنادِ حدیث میں موافق ہے تو یہ دوسرا راوی متابِع کہلاتا ہے اور پہلا راوی جو فردِ نسبی سمجھا جارہا تھا متابَع کہلاتا ہے۔

متابعتِ تامّہ اور قاصرہ: اگر موافقت راوی کے شیخ (یعنی استاذ) میں ہو تو وہ "متابعتِ تامّہ" ہے، اور شیخ الشیخ میں ہو تو "متابعتِ قاصرہ" ہے۔

شاہد: وہ متنِ حدیث ہے جو فردِ نسبی کے متن کے ساتھ موافق ہے، خواہ لفظاً اور معنیً (دونوں طرح موافق ہو یا صرف معنیً موافق ہو۔

تنبیہ: متابِع پر شاہد کا اور شاہد پر متابِع کا اکثر اطلاق کردیا جاتا ہے۔

اعتبار: فردِ نسبی کی روایت کے لئے متابِع یا شاہد تلاش کرنا، اور اس مقصد کے لئے حدیث کی سندوں کو جمع کرنا۔

نوٹ: فردِ نسبی کا بیان ص۱۴ پر گذر چکا ہے۔

ثُمَّ المقبُولُ إن سَلِمَ من المُعَارَضَةِ فهو "المُحْكَمُ"، وإن عُورِضَ بمِثْلِه، فإن أمكَنَ الجَمْعُ فهو "مُخْتَلِفُ الحديث"، او ثبت المُتَأخِّرُ فهو "النَّاسِخُ"، وَالآخَرُ "المَنْسُوخُ"، والا فالترجيح ثُمَّ "التَّوَقُّفُ"

ترجمہ:- پھر (حدیث) مقبول اگر معارضہ (مخالفت) سے محفوظ ہو تو وہ "محکم" ہے۔ اور اگر وہ (حدیثِ مقبول) اُسی جیسی حدیث سے مقابلہ کی گئی ہے، تو اگر (دونوں کو) جمع کرنا ممکن ہے تو وہ "مختلف الحدیث" ہے، یا متأخر (پچھلی) ثابت ہوگئی ہے تو وہ "ناسخ" ہے اور دوسری "منسوخ" ہے، ورنہ تو ترجیح ہے پھر توقف ہے (یعنی پہلے ترجیح سے کام لیا جائے گا، اگر ترجیح ممکن نہ ہو تو اس پر عمل کرنے میں توقف کیا جائیگا)

حدیث مقبول کی تقسیم:- احادیث میں باہمی تعارض کے اعتبار سے حدیث مقبول کی سات قسمیں ہیں: محکم، مختلف الحدیث، ناسخ، منسوخ، راجح مرجوح اور متوقف فیہ۔

تعارض:- احادیث کا اس طرح باہم مختلف ہونا کہ اگر ایک پر عمل کیا جائے تو دوسری پر عمل ممکن نہ ہو۔

متعارض:- وہ احادیث ہیں جو بظاہر باہم مخالف ہوں۔

تنبیہ:- احادیث میں باہم مخالفت ہرگز نہیں ہو سکتی، ہمیشہ ایک دوسری کی مؤید ہوتی ہے مگر بعض مرتبہ ہماری ناقص سمجھ سے احادیث میں تعارض نظر آتا ہے، جو غور و فکر اور تحقیق کے بعد دور ہو جاتا ہے۔

مُحکم:- وہ حدیث ہے جس کی مخالف کوئی حدیث نہ ہو (یہ بالیقین معمول بہ ہے)

مُختلفُ الحدیث:- وہ متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہوں اور ان میں جمع (یعنی اُن کے اختلاف کو دور کرنا) ممکن ہو جیسے حدیث لَاعَدْویٰ (مرض متعدی نہیں ہوتا) اور فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ (جذامی سے بھاگو) اس دوسری حدیث سے مرض کا متعدی ہونا مفہوم ہوتا ہے، اسی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے کوڑھی سے دور رہنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ مگر جمع ممکن ہے کہ حقیقۃً اور بالذات مرض متعدی نہیں ہوتا مگر بعض امراض میں، مریض کے ساتھ اختلاط منجملہ اسباب مرض ہوتا ہے پس اس سے دیگر اسباب مرض کی طرح احتراز کرنا چاہئے یا یہ کہا جائے کہ کوڑھی سے دور رہنے کا حکم بدعقیدگی کے سد باب کے لئے ہے۔ کیونکہ اختلاط کی صورت میں اگر بقضائے الٰہی کوڑھ ہو گیا تو فساد عقیدہ کا اندیشہ ہے

نَاسِخ و مَنْسُوخ:- وہ متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہوں، اور ان میں جمع ممکن نہ ہو، مگر تاریخ سے ایک کا مقدم اور دوسری کا مؤخر ہونا ثابت ہو جائے تو مقدم کو "منسوخ" اور مؤخر کو "ناسخ" کہیں گے، جیسے حلت متعہ کی حدیث اور ما مست النار سے وضو ٹوٹنے کی حدیث مقدم ہے پس وہ منسوخ ہے اور تحریم متعہ اور وضو نہ ٹوٹنے کی روایات مؤخر ہیں پس وہ ناسخ ہیں۔

رَاجِح اور مَرْجُوح:- وہ متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہوں، اور اُن میں جمع بھی ممکن نہ ہو اور اُن میں تقدم و تاخر بھی ثابت نہ ہو مگر کسی ایک کو ترجیح دینا ممکن ہو تو جس حدیث کو عمل کے لئے ترجیح دیں گے وہ "راجح" کہلائے گی، اور دوسری "مرجوح" مثلاً دو حدیثیں ہیں ایک سے کسی چیز کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور دوسری سے حلت تو حرمت ثابت کرنے والی حدیث کو عمل کے لئے ترجیح دیں گے، کیونکہ اس میں احتیاط ہے پس وہ راجح ہوگی اور دوسری مرجوح۔

مُتَوَقَّف فِیْہ:- وہ متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہوں مگر نہ ان میں جمع ممکن ہو نہ تقدم و تاخر ثابت ہو اور نہ ہی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن ہو تو جب تک اُن حدیثوں میں سے کسی ایک پر عمل کی کوئی صورت ظاہر نہ ہو توقف کیا جائے گا اور کسی پر بھی عمل نہیں کیا جائے گا اور وہ حدیثیں "متوقف فیہ" کہلائیں گی۔

ثُمَّ الْمَرْدُوْدُ: إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ لِسَقْطٍ، أَوْ طَعْنٍ، فَالسَّقْطُ: إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ مِنْ مَبَادِي السَّنَدِ، مِنْ مُصَنِّفٍ، أَوْ مِنْ آخِرِهِ، بَعْدَ التَّابِعِيِّ، أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ، فَالْأَوَّلُ: الْمُعَلَّقُ، وَالثَّانِي: الْمُرْسَلُ، وَالثَّالِثُ: إِنْ كَانَ بِاثْنَيْنِ، فَصَاعِدًا، مَعَ التَّوَالِي، فَهُوَ الْمُعْضَلُ،

والا فالمنقطع

ترجمہ:۔ پھر حدیث مردود یا تو مردود ہوگی سقط (ترکہ) کی وجہ سے یا طعن (عیب) کی وجہ سے۔ پھر سقط یا تو ابتدائے سند میں ہوگا، مصنف کے تصرف سے، یا آخر سند میں ہوگا، تابعی کے بعد، یا ان کے علاوہ (کہیں) ہوگا۔ پس اول "معلق" ہے اور دوم "مرسل" ہے اور سوم اگر ترکہ دو راویوں کا یا زیادہ کا پے بہ پے ہو تو "معضل" ہے، ورنہ "منقطع" ہے

حدیثِ مردود:۔ وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی غیر معتبر ہو،

اسبابِ رد:۔ کسی حدیث کے ناقابلِ عمل ہونے کے دو سبب ہیں ایک سقط (ترکہ) دوسرا طعن (عیب)

طعن:۔ راوی میں کوئی ایسی خرابی اور عیب ہونا جو قبولِ حدیث کے لئے مانع ہو، ایسے طعن دس ہیں جن کی تفصیل آگے آئے گی۔

سقط:۔ اسناد میں کسی راوی کے چھوٹ جانے کا نام سقط ہے۔ سقط کی دو قسمیں ہیں واضح اور خفی (ان کی تفصیل بھی آگے آرہی ہے۔)

بلحاظ سقطِ واضح حدیث مردود کی تقسیم:۔ سقطِ واضح کے اعتبار سے حدیث مردود (غیر مقبول) کی چار قسمیں ہیں:۔
معلق، مرسل، معضل اور منقطع

معلق:۔ وہ حدیث ہے جس کی سند کا ابتدائی حصہ حذف کر دیا گیا ہو یعنی کسی مصنف نے بالقصد ابتدائے سند سے ایک یا چند راویوں کو حذف کر دیا ہو (خواہ تمام سند حذف کر دی ہو اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر حدیث بیان کی ہو یا صحابی کے علاوہ باقی تمام سند حذف کر دی ہو یا صحابی اور تابعی کے علاوہ باقی سند حذف کی ہو یا مصنف نے اپنی جانب سے (ابتدائے سند سے) صرف ایک یا چند راویوں کو حذف کیا ہو، سب کو معلق کہا جاتا ہے)۔

تنبیہ:۔ مشکوٰۃ شریف میں جو صورت ہے اس کو اصطلاح میں تعلیق نہیں کہا جاتا کیونکہ صاحبِ مشکوٰۃ نے یہ حدیثیں اپنی سند سے روایت نہیں کی ہیں بلکہ دوسری کتابوں سے نقل کی ہیں اور ان حدیثوں کی سندیں اصل کتابوں میں موجود ہیں، پس ان کو "معلق" نہیں کہا جائے گا بلکہ اصطلاح میں ان کو "مجرد" کہا

جاتاہے اور ایسا کرنے کا نام "تجرید" ہے۔

حدیثِ معلق کا حکم: جو محدثین ہمیشہ بالالتزام صحیح حدیثیں بیان کرتے ہیں جیسے امام بخاری اور امام مسلم صحیحین[1] میں، اگر یہ محدثین بصیغۂ جزم (یقینی صورت سے) تعلیقات بیان کریں مثلاً قَالَ یا ذَکَرَ کہہ کر بیان کریں تو اُن مصنفین کے اعتبار پر وہ تعلیقات مقبول ہونگی۔ اور اگر وہ بصیغۂ تمریض (غیر یقینی صورت میں) بیان کریں مثلاً یُقَالُ یا یُذْکَرُ وغیرہ کلمات سے بیان کریں تو وہ قابلِ قبول نہ ہوں گی، اُن کی تحقیق ضروری ہوگی اور جو محدثین صحیح اور غیر صحیح ہر طرح کی حدیثیں بیان کرتے ہیں ان کی تعلیقات مقبول نہیں ہیں۔

مُرْسَل: وہ حدیث ہے جس کی سند کا آخری حصہ نہ بیان کیا گیا ہو۔ تابعی قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہکر حدیث بیان کرتا ہو، خواہ تابعی بڑے رُتبہ کا ہو یا معمولی درجہ کا۔

نوٹ: مرسل کے ایک اور معنیٰ بھی ہیں جو آگے ص۲۸ پر آئیں گے۔

حدیث مُرسَل کا حکم: حنفیہ کے نزدیک اس تابعی کی مرسل روایتیں معتبر ہیں جو ہمیشہ ثقہ راویوں ہی کے نام حذف کرتے ہیں جیسے حضرت سعید بن المُسَیَّبْ اور اگر وہ تابعی ثقہ اور غیر ثقہ ہر طرح کے راویوں کے نام حذف کرتے ہوں تو ان کی مرسل روایتیں معتبر نہیں ہیں تا آنکہ تحقیق ہو جائے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ تابعی نے وہ روایت کسی صحابی سے نہ سُنی ہو بلکہ تابعی سے سُنی ہو۔ اور وہ ثقہ نہ ہو، کیونکہ تابعی ثقہ اور غیر ثقہ ہر طرح کے تھے۔

مُعْضَل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان سے دو یا زیادہ راوی مسلسل حذف ہو گئے ہوں۔

---

[1] شیخین (بخاری و مسلم) نے صرف صحیحین میں صحیح احادیث درج کرنے کا التزام کیا ہے اپنی دیگر تصنیفات میں اس کا التزام نہیں کیا چنانچہ امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر، جزء القراءۃ اور جزء رفع یدین وغیرہ میں ہر طرح کی حدیثیں لی ہیں نیز امام مسلمؒ نے مسلم شریف کے مقدمہ میں ہر طرح کی احادیث لی ہیں (مقدمہ مسلم صحیح مسلم کا جزء نہیں ہے بلکہ مستقل کتاب ہے۔ (دیکھئے الاجوبۃ الفاضلۃ للشیخ اللکنوی رحمہ اللہ ص۲۸ و ص۲۲۵ محشی بحواشی شیخ عبدالفتاح ابو غدہ حلبی)

مُنقَطِع:- وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان سے صرف ایک راوی حذف ہوا ہو یا چند راوی حذف ہوئے ہوں مگر مسلسل نہ ہوئے ہوں بلکہ الگ الگ جگہوں سے حذف ہوئے ہوں۔

> ثم قد يكونُ واضحًا أو خفيًّا، فالأوّل: يُدرَكُ بعدمِ التَّلاقي؛ ومن ثَمَّ احتِيجَ إلى التَّاريخِ؛ والثَّاني: المُدلَّسُ؛ ويَرِدُ بِصِيغَةٍ تحتَمِلُ اللُّقِيَّ، كعَنْ وقالَ؛ وكذا المُرسَلُ الخَفِيُّ؛ من معاصرٍ لم يَلْقَ

تَرجمہ:- پھر سقط کبھی واضح ہوتا ہے اور کبھی خفی۔ قسم اوّل کا عدم لقاء (ملاقات نہ ہونے سے) پتہ چلایا جاتا ہے۔ اور اسی غرض کے لئے تاریخ کی ضرورت پیش آتی ہے اور قسم دوم مُدَلَّس ہے، اور وہ (مدلس) ایسے لفظ سے آتی ہے جس میں لقاء (ملاقات) کا احتمال ہوتا ہے جیسے عَنْ اور قَالَ۔ اور اسی طرح مرسل خفی ایسے معاصر سے جس سے ملاقات نہ ہوئی ہو (یعنی وہ بھی ایسے لفظ سے آتی ہے جس میں لقاء کا احتمال ہوتا ہے۔

سَقْط کی تقسیم:- سَقْط (یعنی سند سے راوی کے حذف ہوجانے) کی دو[۱] قسمیں ہیں، سَقْطِ واضح اور سَقْطِ خفی

سَقْط[۱] واضح:- وہ ہے جو آسانی سے معلوم ہوجائے مثلاً پتہ چل جائے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی اور روایت بطور اجازت یا وِجادت بھی نہیں ہے۔

اجازت:- کی صورت یہ ہے کہ کوئی محدّث کسی راوی کو بالمشافہ (رُوبرو) یا مکاتبت کے ذریعہ یا مراسلت یا اجازتِ عامّہ کے ذریعہ، اپنی سند سے روایت کی اجازت دیدے، اگرچہ دونوں میں کبھی بھی ملاقات نہ ہوئی ہو۔

وِجادت:- کی صورت یہ ہے کہ کسی محدّث کی جمع کردہ کتاب اُسی کے قلم کی لکھی ہوئی مل جائے یا کوئی حدیث کسی محدّث کے قلم کی لکھی ہوئی مل جائے اور

تحقیق ہو جائے کہ یہ کتاب یا یہ حدیث فلاں محدّث کی لکھی ہوئی ہے تو وَجَدْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ کہہ کر اُس محدّث کی سند سے اسکو روایت کرنا جائز ہے اور اس کو روایت بالوجادہ کہتے ہیں۔

فنِ تاریخ کی ضرورت:- اسی لئے ہے کہ رُوات میں معاصرت وملاقات کا جاننا نہایت ضروری ہے کیونکہ کسی بھی حدیث کے بارے میں کوئی فیصلہ اُسی وقت کیا جا سکتا ہے جب لقاء یا عدم لقاء کا علم ہو جائے اور یہ بات رُوات کی تاریخ ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔

سَقْطِ خفی:- وہ ہے جو واضح نہ ہو یعنی ہر شخص اس کو نہ سمجھ سکتا ہو صرف ماہرین فن ہی اس کو پا سکتے ہوں۔ سُنار کو جس طرح سونے چاندی کی کھوٹ کے پہچاننے کا خاص ملکہ ہوتا ہے اسی طرح ماہرینِ فن کو پوشیدہ ترکہ کا پتہ چلا لینے کا خاص ملکہ حاصل ہوتا ہے۔

تَدْلِیس:- تدلیس کے معنیٰ ہیں عیب چھپانا دَلَّسَ البائعُ: سامان کا عیب چھپانا اصطلاح میں تدلیس کے معنیٰ ہیں محدّث کا حدیث کی روایت میں کسی راوی کا نام نہ لینا بلکہ اس سے اُوپر کے راوی کا نام لینا اور لفظ ایسا اختیار کرنا جس میں سماع کا احتمال ہو۔ اس فعل کے مرتکب کو مُدَلِّس اور اس کی روایت کو مُدَلَّس اور راوی کے محذوف ہونے کو سُقْط کہتے ہیں۔

مُدَلَّس:- وہ حدیث ہے جس میں سُقطِ خفی ہو یعنی راوی اپنے استاذ کو (جس سے یہ حدیث سنی ہے) حذف کرکے مافوق سے (جس سے لقاء تو ہو مگر اس سے یہ حدیث نہ سُنی ہو) اس طرح روایت کرے کہ استاذ کا محذوف ہونا معلوم نہ ہو، بلکہ یہ محسوس ہو کہ مافوق ہی سے سُنا ہے مثلاً کہے کہ عَنْ فُلَانٍ یا قَالَ فُلَان۔

تنبیہ:- ایسی صورت میں اگر راوی صراحۃً مافوق سے اپنا سماع بیان کرے مثلاً سَمِعْتُ وغیرہ کلمات سے روایت کرے تو یہ کِذب (جھوٹ) ہوگا اور اس فعل سے اُس راوی کی عدالت ساقط (ختم) ہو جائے گی۔

تَدْلِیس کی تقسیم:- تدلیس کی بہت سی صورتیں ہیں مگر مشہور اقسام تین ہیں تدلیس الاسناد، تدلیس الشیوخ اور تدلیس التسویہ۔

تدلیس الاسناد:- یہ ہے کہ محدّث کسی حدیث کو ایسے شیخ سے روایت کرے

جو اس کا ہمعصر ہے مگر اُس سے ملاقات نہیں ہوئی یا ملاقات تو ہوئی ہے مگر اس سے کوئی حدیث نہیں سنی یا حدیث تو سُنی ہے مگر یہ حدیث جو بیان کر رہا ہے وہ نہیں سُنی، یہ حدیث محدث نے اُس شیخ کے کسی ضعیف یا معمولی شاگرد سے سُنی ہے، اُس واسطہ کو حذف کر کے شیخ سے اس طرح روایت کرتا ہے کہ سماع کا وہم ہوتا ہے جیسے بقیۃ بن الولید اور ولید بن مسلم کی تدلیس، تدلیس کی یہ قسم مذموم اور ناجائز ہے۔

تَدلِیسُ الشُیوخ:- یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ کا ذکر غیر معروف نام سے یا غیر معروف کنیت سے یا غیر معروف نسبت سے یا غیر معروف صفت سے کرے تاکہ لوگ اس کو پہچان نہ سکیں کیونکہ وہ ضعیف یا معمولی درجہ کا راوی ہے۔ تدلیس کی یہ صورت بھی نامناسب ہے مگر ناجائز نہیں ہے۔

تَدلِیسُ التَّسوِیَہ:- یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ کو تو حذف نہ کرے البتہ حدیث کو عمدہ بنانے کے لئے اوپر کے کسی ضعیف یا معمولی راوی کو حذف کردے۔ اور وہاں ایسا لفظ رکھ دے جس میں سماع کا احتمال ہو تدلیس کی یہ صورت بدترین قسم ہے اور حرام ہے۔

تَنبِیہ:- کسی محدث کا ثقہ استاذ کو حذف کرنا بھی اگرچہ اصطلاح میں تدلیس کہلاتا ہے مگر وہ مذموم اور ناجائز نہیں ہے جیسے امام سفیان بن عیینہ اور امام بخاری رحمہما اللہ کی تدلیس۔

تَدلیس کیوں کی جاتی ہے؟- تدلیس دو وجہ سے کی جاتی ہے اوّل غرض فاسد سے یعنی کسی محدث کا استاذ معمولی درجہ کا ہے اور استاذ کا استاذ عالی رتبہ ہے۔ محدث کو اُس معمولی استاذ سے روایت کرنے میں کسرِ شان محسوس ہوتی ہے اس لئے وہ استاذ کو حذف کر کے علوِ شان کے لئے استاذ الاستاذ سے روایت کرتا ہے (اس مقصد سے تدلیس حرام ہے)

دوسری وجہ یہ ہے کہ محدث اختصار کیلئے استاذ کو حذف کر کے مافوق سے روایت کرتا ہے، جیسا کہ بعض اکابر محدثین نے ایسا کیا ہے۔ (اس کی گنجائش ہے)

تَنبِیہ:- تدلیس کا لفظ جب مطلق استعمال کرتے ہیں تو وہ تدلیس مراد ہوتی ہے جو ناجائز ہے۔

تَدلیس کا حکم:- جس محدث کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ تدلیس

کرتا ہے اس کی کوئی روایت مقبول نہیں ہے البتہ اگر وہ ثقہ ہو تو اُس کی وہ روایت مقبول ہے جس میں سماع کی تصریح ہو۔

تعلیق و تدلیس میں فرق:- دو ہیں (۱) تعلیق میں سقط واضح ہوتا ہے اور تدلیس میں خفی (۲) تعلیق صرف اختصاراً ہوتی ہے اور تدلیس بغرضِ فاسد بھی ہوتی ہے۔

مُرسَل کے ایک اور معنیٰ:- کبھی مرسل سے مطلق انقطاع مراد لیتے ہیں۔ خواہ وہ بصورت معلق ہو یا مُعضَل یا منقطع۔ صحاح ستہ[1] میں لفظ مرسل اس معنیٰ میں بکثرت مستعمل ہوا ہے۔

مُرسَل کی قِسمیں:- مرسل کی اس معنیٰ (مُطلق انقطاع) کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں، مرسل ظاہر اور مرسل خفی۔

مُرسَلِ ظاہر:- وہ روایت ہے جس میں انقطاع واضح ہو بایں وجہ کہ راوی ایسے شیخ سے روایت کرتا ہے جو اس کا ہمعصر نہیں ہے (اس کو ظاہر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انقطاع تمام محدثین کیلئے واضح ہوتا ہے)

مُرسَلِ خفی:- وہ روایت ہے جس میں انقطاع واضح نہ ہو کیونکہ راوی اپنے شیخ کو حذف کر کے ایسے ہمعصر شیخ سے روایت کرتا ہے جس سے ملاقات نہیں ہوتی (اس کو خفی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انقطاع ماہرین پر بھی کبھی مخفی رہ جاتا ہے

مُرسل خفی بھی مُوھِم سِماع الفاظ سے آتی ھے:- مدلس کی طرح مرسل خفی بھی ایسے الفاظ سے بیان کی جاتی ہے جن سے لقاء و سماع کا دھوکہ ہوتا ہے مثلاً عَنْ فُلَانٍ یا قَالَ فُلَانٌ

مُدلّس اور مُرسلِ خفی میں فرق:- مدلس اور مرسل خفی میں فرق یہ ہے کہ مدلس

---

[1] صحاح ستہ سے مراد حدیث شریف کی وہ چھ کتابیں ہیں جن میں صحیح احادیث درج کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے یعنی بخاری، مسلم (ان کو صحیحین بھی کہتے ہیں) سنن ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ (ان کو سنن اربعہ بھی کہتے ہیں) بعض نے ابن ماجہ کی جگہ موطا مالک کو اور بعض نے سنن دارمی کو شمار کیا ہے ۱۲
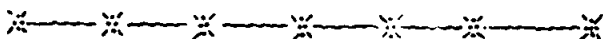
میں ایسے شیخ کی طرف روایت منسوب کی جاتی ہے جس سے ملاقات تو ہوتی ہے مگر اس سے مطلق سماع نہیں ہوتا یا روایت کردہ حدیث کا سماع نہیں ہوتا اور مرسل خفی میں ایسے شیخ کی طرف روایت منسوب کی جاتی ہے جس سے صرف معاصرت ہوتی ہے اس سے ملاقات نہیں ہوتی۔ پس مخضرمین (یعنی وہ تابعین جنھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کر سکے۔ جیسے حضرت ابو عثمان نہدی قیس بن حازم وغیرہ یہ حضرات اگر قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر روایت کریں تو اس کو مرسل خفی کہیں گے مدلس نہیں کہیں گے۔

ثُمَّ الطَّعْنُ، إِمَّا أَن يَكُونَ لِكَذِبِ الرَّاوِي، أَوْ تُهْمَتِهِ بِذٰلِكَ، أَوْ فُحْشِ غَلَطِهِ، اَوْ غَفْلَتِهِ، أَوْ فِسْقِهِ، أَوْ وَهْمِهِ، أَوْ مُخَالَفَتِهِ، أَوْ جَهَالَتِهِ، اَوْ بِدْعَتِهِ، اَوْ سُوْءِ حِفْظِهِ۔

ترجمہ:۔ پھر طعن (خرابی) یا تو راوی کے (روایت میں) جھوٹ بولنے کی وجہ سے ہوگا یا جھوٹ بولنے کے الزام (تہمت) کی وجہ سے، یا (روایت حدیث میں) بے حد غلطی کرنے کی وجہ سے، یا (ضبط میں) غفلت کرنے کی وجہ سے، یا فسق (بدعملی) کی وجہ سے، یا (روایت میں) وہم ہونے کی وجہ سے، یا (ثقہ راوی کی) مخالفت کرنے کی وجہ سے، یا (راوی کی حالت کی) جہالت کی وجہ سے، یا بدعت (بدعقیدگی) کی وجہ سے، یا سوء حفظ (یادداشت کی خرابی) کی وجہ سے ہوگا۔

طعن کا بیان:۔ رد کا دوسرا سبب طعن ہے۔ طعن کے لغوی معنی ہیں نیزہ مارنا اور عیب لگانا اور اصطلاح میں طعن کے معنی ہیں اعتراض، عیب اور خرابی۔

اسباب طعن:۔ دس ہیں پانچ عدالت سے متعلق ہیں اور پانچ ضبط سے متعلق

متعلق بہ عدالت:۔ پانچ اسباب یہ ہیں: کذب، تہمت کذب، فسق، جہالت اور بدعت

متعلق بہ ضبط:۔ پانچ اسباب یہ ہیں: فحش غلط، کثرت غفلت، وہم، مخالفت ثقات

اور سوءِ حفظ۔

متن کی ترتیب کا راز: ماتن رحمہ اللہ نے اسباب طعن جس ترتیب سے بیان کیے ہیں اس میں راز یہ ہے کہ جو طعن سب سے زیادہ قبیح ہے اس کو سب سے پہلے بیان کیا ہے۔ پھر اس سے ہلکا پھر اس سے ہلکا وھلم جرّا۔

کذب فی الحدیث: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بالقصد کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا۔ یہ بہت ہی سخت عیب اور بہت بڑا گناہ ہے اگرچہ کسی مصلحت سے ایسا کیا گیا ہو، متواتر حدیث ہے کہ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (جو شخص قصداً مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے) ـــــــ جس راوی پر یہ طعن ہوتا ہے اس کی روایت موضوع (گھڑی ہوئی) کہلاتی ہے۔

تہمت کذب: یعنی جھوٹ کا الزام۔ اس طعن کا مطلب یہ ہے کہ راوی کے متعلق یہ بات تو ثابت نہیں ہوئی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصداً کوئی جھوٹی بات منسوب کی ہے مگر کچھ ایسے قرائن پائے جاتے ہیں۔ جن سے کذب فی حدیث الرسول کی بدگمانی ہوتی ہے۔

یہ تہمت دو طرح سے لگتی ہے۔ اوّل یہ کہ راوی ایسی حدیث بیان کرتا ہے جو شریعت مطہرہ کے قواعد معلومہ کے خلاف ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ روایتِ حدیث کے علاوہ دوسرے کلام میں اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے پس بدگمانی ہوتی ہے کہ شاید وہ حدیث میں بھی جھوٹ بولتا ہو ـــــــ جس راوی پر یہ طعن ہوتا ہے اس کی روایت متروک (چھوڑی ہوئی) کہلاتی ہے۔

فحش غلط: یعنی اغلاط کی بہتات۔ یہ طعن اس راوی پر لگتا ہے جس کی غلط بیانی صحت بیانی سے زائد ہو۔

کثرتِ غفلت: یعنی بہت زیادہ غفلت۔ یہ طعن اس راوی پر لگتا ہے جو حدیث کے اتقان یعنی خوب اچھی طرح محفوظ کرنے سے اکثر غفلت برتتا ہو۔

فسق: یعنی بددینی ہونا۔ یہ طعن اس راوی پر لگتا ہے جو کسی قولی یا فعلی گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے مثلاً زنا، چوری وغیرہ کرتا ہے یا موہم کفر کلمات بکتا ہے۔ یا نہایت گندی گالی گلوچ کرتا ہے یا وہ کسی گناہِ صغیرہ کا عادی ہوتا ہے۔

نوٹ:- جو راوی فحش غلط یا کثرت غفلت یا فسق کے ساتھ مطعون ہوتا ہے اسکی روایت "منکر" کہلاتی ہے۔

وہم:- بھول کر غلطی کرنا یعنی سند میں یا متن میں تغیر و تبدیل کر دینا مثلاً حدیث مرسل یا منقطع کو متصل کر دینا یا ایک حدیث کے ٹکڑے کو دوسری حدیث میں داخل کر دینا، یا حدیث میں کمی بیشی کر دینا، یا ضعیف راوی کی جگہ ثقہ راوی کا نام لے دینا وغیرہ ـــــ اس طعن کے ساتھ مطعون راوی کی روایت معلل کہلاتی ہے۔

مخالفتِ ثقات:- یعنی ثقہ راوی کی روایت کے خلاف روایت کرنا (تفصیل آگے آرہی ہے۔)

جہالت:- یعنی راوی کا حال معلوم نہ ہونا کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ (تفصیل آگے آرہی ہے۔)

بدعت:- یعنی دینِ متین میں کوئی ایسی جدّت (ایجادِ بندہ) کرنا جس کی اصلیت قرآن کریم میں یا حدیث شریف میں یا قرونِ مشہود لہا بالخیر میں نہ پائی جاتی ہو۔

سوءِ حفظ:- یعنی یادداشت کی خرابی۔ یہ طعن اس راوی پر لگتا ہے جس کی غلط بیانی حافظہ کی خرابی کی وجہ سے صحت بیانی سے زائد یا برابر ہو۔

> فَالْأَوَّلُ: الْمَوْضُوعُ، وَالثَّانِي: الْمَتْرُوكُ، وَالثَّالِثُ: الْمُنْكَرُ عَلَىٰ رَأْيٍ، وَكَذَا الرَّابِعُ وَالْخَامِسُ۔

ترجمہ:- پس اوّل موضوع ہے اور دوم متروک ہے اور سوم ـــ ایک رائی کے مطابق ـــ منکر ہے، اور اسی طرح چہارم اور پنجم بھی

حدیث موضوع:- یعنی گھڑی ہوئی حدیث وہ ہے جو کسی ایسے راوی سے مروی ہو جو مطعون بالکذب ہے۔

حدیث متروک:- یعنی چھوڑی ہوئی ساقط الاعتبار حدیث وہ ہے جو کسی ایسے راوی سے مروی ہو جو متہم بالکذب ہے۔

حَدیث مُنکر:۔ یعنی انجانی حدیث وہ ہے جو کسی ایسے راوی سے مروی ہو جو فحش غلط یا کثرتِ غفلت یا فسق کے ساتھ مطعون ہے (خواہ اس کی روایت ثقہ کی روایت کے خلاف ہو یا نہ ہو)

تَنبیه :۔ منکر کی یہ تعریف بعض حضرات کے نزدیک ہے۔ اُن کے نزدیک کسی روایت کے منکر ہونے کے لئے ثقہ کی مخالفت شرط نہیں ہے۔ اور منکر کی ایک دوسری تعریف پہلے صـ۱۹ پر گزری ہے کہ اگر ضعیف راوی ثقہ راوی کے خلاف روایت کرے تو ثقہ کی روایت کو "معروف" اور ضعیف کی روایت کو "منکر" کہتے ہیں۔

مُنکر کی دونوں تعریفوں میں فرق :۔ منکر کی دونوں تعریفوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ اگر راوی طعنِ سوم، چہارم یا پنجم کے ساتھ مطعون بھی ہے اور ثقہ راوی کے خلاف بھی روایت کرتا ہے تو دونوں تعریفوں کی رو سے اُسے منکر کہیں گے (مادۂ اجتماع) اور اگر راوی صرف طعنِ سوم، چہارم یا پنجم کے ساتھ مطعون ہے، اس کی روایت ثقہ کے بیان کے خلاف نہیں ہے تو صرف اِس دوسری تعریف کی رو سے منکر ہوگی، سابقہ تعریف کی رُو سے اس کو منکر نہیں کہیں گے (مادۂ افتراق) اور اگر راوی طعن سوم، چہارم یا پنجم کے ساتھ تو مطعون نہیں ہے مگر کسی اور طعن کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کی روایت ثقہ کے خلاف ہے تو سابقہ تعریف کی رو سے اس کو منکر کہیں گے، اس تعریف کی رو سے وہ منکر نہ ہوگی (دوسرا مادۂ افتراق)

ثُمَّ الوَهْمُ إِنِ اطُّلِعَ عَلَيْهِ بِالْقَرَائِنِ، وَجَمْعِ الطُّرُقِ فَالمُعَلَّلُ،

تَرجمه :۔ پھر وہم اگر قرائن کی وجہ سے اور تمام سندیں اکٹھا کرنے کی وجہ سے اُس وہم کا پتہ چل جائے تو وہ مُعَلَّل ہے۔

حَدیث مُعَلَّل :۔ یعنی خرابی والی حدیث۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں راوی نے وہم کی وجہ سے کوئی تغیر و تبدل کر دیا ہو اور اس وہمی تغیر کا قرائن کی وجہ

سے اور تمام سندیں اکٹھا کرنے کی وجہ سے پتہ چل گیا ہو ا مُعَلَّلُ اسم مفعول ہے يُطلَقُ عَلىٰ مَا فِيهِ عِلَّةٌ)

تنبیہ:- حدیث مُعَلَّلُ کو حدیث مَعلُول بھی کہہ دیتے ہیں مگر علامہ ابن الصلاح اور امام نووی رحمہما اللہ اس کو درست نہیں سمجھتے۔

وہم کی شناخت:- صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کو ذہن ثاقب، حفظ کامل اور معرفت تامہ عطا ہوئی ہو اور وہ رُوات کے مراتب کو جانتا ہو اور اسانید و متون کی پہچان کا خاص ملکہ رکھتا ہو۔

> ثُمَّ الْمُخَالَفَةُ : إن كانت بِتَغْيِيرِ السِّيَاقِ ، فَمُدْرَجُ الإِسْنَادِ، أَوْ بِدَمْجِ مَوْقُوفٍ بِمَرْفُوعٍ ، فَمُدْرَجُ الْمَتْنِ ، أَوْ بِتَقْدِيمٍ وَ تاخيرٍ ، فَالْمَقْلُوبُ ، أَوْ بِزِيَادَةِ رَاوٍ ، فالمزيد فِي مُتَّصِلِ الأَسَانِيدِ ، أَو بِإِبْدَالِهِ ، وَلَا مُرَجِّحَ فَالْمُضْطَرِبُ ؛ وَقَدْ يَقَعُ الإِبْدَالُ عَمْدًا امْتِحَانًا ـــــ أَوْ بِتَغْيِيرِ حُرُوفٍ مع بَقَاءِ السِّيَاقِ ، فَالْمُصَحَّفُ وَالْمُحَرَّفُ ،

ترجمہ:- پھر مخالفت اگر سِیاقِ سند بدل جانے کی وجہ سے ہے تو وہ "مُدرَجُ الاسناد" ہے یا حدیث موقوف کو حدیث مرفوع میں داخل کر دینے کی وجہ سے ہے تو وہ "مُدرج المتن" ہے، یا تقدیم و تاخیر کی وجہ سے ہے تو وہ "مقلوب" ہے، یا کسی راوی کے بڑھ جانے کی وجہ سے ہے تو وہ "مزید فی متصل الاسانید" ہے، یا کسی راوی کو بدل دینے کی وجہ سے ہے، اور کوئی مُرَجِّحُ (وجہ ترجیح) نہیں ہے تو وہ "مُضطَرِبُ" ہے ـــــ اور راوی کا بدلنا کبھی عمداً امتحان کے لئے ہوتا ہے ـــــ یا (مخالفت) حروف بدل جانے کی وجہ سے ہے، سیاق سند باقی رہتے ہو، تو وہ "مُصَحَّفُ" اور "مُحَرَّفُ" ہے

اقسامِ مخالفت:- مخالفتِ ثقات کی چھ قسمیں ہیں: مُدرَجُ الاسناد، مُدرَجُ المتن، مقلوب، مزید فی متصل الاسانید، مضطرب اور مصحف و محرف

مُدرَجُ:- کے معنیٰ ہیں داخل کیا ہوا، باب افعال کا اسم مفعول ہے۔ مُدرج کو مدخول بھی کہہ سکتے ہیں۔

مُدرَجُ الاسناد:- وہ حدیث ہے جس میں سیاقِ سند بدل جانے کی وجہ سے ثقہ کی

مخالفت ہو جائے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم:- متعدد اساتذہ سے مختلف سندوں کے ساتھ ایک حدیث سنی مگر بیان کے وقت ہر ایک استاذ کی سند علیحدہ بیان نہ کی بلکہ سب کی سندوں کو ملا کر ایک سند کر دی۔

دوسری قسم:- شیخ نے[1] حدیث کسی سند سے روایت کی اور اس کا کچھ حصہ دوسری سند سے بیان کیا، راوی نے پوری حدیث پہلی ہی سند سے روایت کر دی یا ایک[2] حدیث ایک شیخ سے سنی اور اس کا کچھ حصہ اس شیخ کے کسی شاگرد سے سنا پھر پوری حدیث شیخ کی سند سے روایت کر دی اور اس شاگرد کا واسطہ حذف کر دیا۔

تیسری قسم:- کسی[1] راوی کے پاس دو حدیثیں مختلف سندوں سے تھیں مگر بیان کے وقت ایک ہی سند سے دونوں کو روایت کر دیا۔ یا ایک[2] حدیث کو اسی کی مخصوص سند سے بیان کیا مگر دوسری حدیث کا کوئی حصہ اس میں شامل کر دیا۔

چوتھی قسم:- شیخ نے کسی حدیث کی سند بیان کی پھر اس کا متن بیان کرنے سے پہلے کوئی کلام کیا شاگرد نے غلط فہمی سے اس کلام کو اس سند کا متن سمجھا اور اس سند سے روایت کر دیا۔

مدرج[2] المتن:- حدیث کے متن میں کچھ اور داخل کر دینا، مگر اس طرح کہ اصل متن اور اس مُدرَج میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے (خواہ وہ مدخول قول صحابی ہو یا کچھ اور ہو)

تنبیہ:- عمداً ادراج حرام ہے، کیونکہ اس سے کلام رسول میں کلام غیر رسول کا ادخال لازم آتا ہے۔

مقلوب[3]:- وہ حدیث ہے جس کے راویوں کے ناموں میں یا متنِ حدیث میں اُلٹ پھیر ہو گئی ہو جیسے مُرّہ بن کعب کی جگہ کعب بن مُرّۃ یا جیسے حتّیٰ لَا تعلَمَ شمَالُهٗ مَاتُنفِقُ یَمِینُهٗ کی جگہ حتی لاتعلم یمینه ماتنفق شمالُهٗ،

مزید[4] فی متصل الاسانید:- وہ حدیث ہے جس کی سندِ متصل میں کسی راوی نے وہم سے کسی واسطہ کا اضافہ کر دیا ہو جیسے حدثنا زید قال حدثنا خالد قال حدثنا ولید الخ میں بکرؔ کا اضافہ کر کے سند اس طرح کر دی جائے کہ حدثنا زید قال حدثنا بکر قال حدثنا خالد قال حدثنا ولید الخ

شرائطِ مزید:- دو ہیں (۱) محلِ اضافہ میں سماع کی تصریح ہو جیسے مثال مذکور میں زید حدثنا خالد کہہ رہا ہے پس اب بکر کا اضافہ "مزید" قرار دیا جائے گا اور اگر محلِ اضافہ میں سماع کی صراحت نہ ہو بلکہ محتمل لفظ مثلاً عَنْ ہو تو بکر کے اضافہ کو راجح قرار دے کر یہ کہیں گے کہ پہلی سند منقطع تھی، جس سے بکر کا واسطہ ساقط ہو گیا تھا اور یہ دوسری متصل اور پوری ہے۔

(۲) اضافہ میں وہم کا ہونا کسی قرینہ سے متحقق ہو گیا ہو، ورنہ دونوں سندوں کو صحیح قرار دیا جائے گا اور کہا جائیگا کہ زید نے یہ حدیث خالد سے بھی سنی ہے اور بکر کے واسطہ سے بھی، اور مختلف موقعوں پر الگ الگ سماعتوں کو بیان کیا ہے۔

مُضْطَرِبْ:- وہ حدیث ہے جس کی سند میں یا متن میں تغیر و تبدل کی وجہ سے ثقہ راوی سے اختلاف پیدا ہو گیا ہو اور دونوں روایتوں میں سے کسی کی ترجیح ممکن نہ ہو۔

نوٹ:- اگر ترجیح ممکن ہو تو راجح کو مقبول اور مرجوح کو غیر مقبول کہیں گے۔ اور اضطراب ختم ہو جائے گا۔

سند میں اضطراب کی مثال:- ایک حدیث ہے إِذَا صَلَّى أَحَدُكُم فَلْيَجْعَلْ شَيْئًا تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصًا، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَخْطُطْ خَطًّا، ثُمَّ لَا يَضُرُّهُ مَا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ (جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے چہرے کے سامنے کوئی چیز کر لے، اگر کوئی چیز نہ ملے تو چھڑی کھڑی کرے، وہ بھی نہ ہو تو لکیر کھینچ لے پھر اس کو وہ چیز نقصان نہیں پہنچائے گی جو اس کے سامنے سے گزرے گی) اس حدیث کی درج ذیل سندیں ہیں۔

(الف) اسماعیلُ بن عُلَيَّةَ عن ابی عَمرو بن محمد بن عمرو بن حُرَيْث عن جده حُرَيث بن سليم عن ابی هريرة (ابن ماجه باب مایستر المصلی) (ب) اسماعیل بن أُمَيَّةَ حدثنی ابو عمرو بن محمد بن حريث انه سمع جده حريثا يحدث عن ابی هريرة (ابوداؤد باب الخط اذا لم يجد عصا) (ج) اسماعیل بن علیة عن ابی محمد بن عمرو بن حریث عن جده حریث، رجل من بنی عذرة عن ابی هريرة (ابوداؤد)

(د) اسماعیل عن ابی عمرو بن حریث عن ابيه عن ابی هريرة (ه) اسماعیل عن ابی عمرو بن محمد بن حریث عن ابيه الخ (و) اسماعیل عن حریث بن عمار الخ

دیکھئے اس سند میں اسماعیل بن عُلَیَّۃ سے روایت کرنے میں کس قدر اختلاف ہے؟ اسی کو اضطراب کہتے ہیں۔

مَتن میں اضطراب کی مثال: ترمذی شریف ص۸۳ ج۱ میں فاطمہ بنت قیس کی حدیث شریك عن ابی حمزۃ عن الشعبی عن فاطمۃ کی سند سے مروی ہے کہ ان فی المال لحقاً سوی الزکوٰۃ (مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں) اور اسی سند سے ابن ماجہ میں لیس فی المال حق سوی الزکوٰۃ ہے۔
(باب ما اُدِّیَ زکوٰتُہٗ فلیس بکنز)

اسی طرح حدیث قُلَّتَین کے متن میں اضطراب ہے کیونکہ بعض طرق میں قُلَّتَین مذکور ہے بعض میں قلتین او ثلاثاً مروی ہے اور کسی میں اربعین قلۃً ہے اور کسی میں اربعین غرباً اور کسی میں اربعین دلواً ہے۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے معارف السنن ص۲۳۳ نصب الرایہ ج ۱ ص ۱۰۴ - ۱۱۲)

اسی طرح رفع یدین والی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے متن میں اضطراب ہے وہ چھ طرح مروی ہے۔
(تفصیل کیلئے دیکھئے معارف السنن ص۴۷۳ ج ۲)

اضطراب کی صورت میں وجوہ ترجیح: احفظ کو غیر احفظ پر ترجیح دی جائے گی اور جو تلمیذ شیخ کے ساتھ زیادہ عرصہ رہا ہو اس کی روایت کو دوسروں پر ترجیح دی جائے گی۔

امتحان کے لئے تغیّر و تبدّل: امتحان لینے کے لئے کہ سند اور متن محفوظ ہے یا نہیں؟ تغیّر و تبدل کرنا جائز ہے، مگر شرط یہ ہے کہ ضرورت ختم ہوتے ہی تصحیح کر دی جائے مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ کے حفظ کا امتحان لینے کے لئے علمائے بغداد نے ایک سو حدیثوں کو سندیں بدل کر پیش کیا تھا اور امام نے سب کی غلطی پکڑ لی تھی اور صحیح سندیں بیان فرما دی تھیں

مُصَحَّف و مُحَرَّف: وہ حدیث ہے جس میں سند اور متن کی صورت تو بدستور باقی رہے مگر ایک حرف یا چند حروف بدل جانے کی وجہ سے ثقہ کے ساتھ مخالفت ہو جائے پھر اگر حرف کا تبدل صرف نقطوں کے ذریعہ ہے تو وہ "مُصَحَّف" ہے جیسے من صام رمضانَ، واَتبَعَہٗ سِتّاً من شوال کی بعض رُوات نے شَیْئًا

من شوال سے تصحیف کردی اور ایک راوی مُرَاجِم کی مُزَاحِم سے تصحیف کردی اور اگر ایک حرف کی دوسرے حرف سے شکل بدل گئی ہے تو وہ "مُحَرَّف" ہے جیسے عاصم الاحول کی تحریف واصل الاحدب سے۔

ولایجوز تعمّدُ تغییرِ المتنِ بالنّقصِ والمُرادِفِ الالِعَالِمٍ بمَا یُحِیْلُ المعَانی۔ فَاِن خَفِیَ المعْنیٰ احتیجَ الی شَرحِ الغَرِیبِ، وَ بیانِ المُشکِلِ مِنْهَا

تَرجَمہ:- اور جائز نہیں جان بوجھ کر متنِ حدیث کو بدلنا، کمی کرکے، یا مرادف کے ذریعہ، مگر اس شخص کے لئے جو اُن چیزوں کو جانتا ہو جو معنیٰ کو بدل دیتی ہیں پھر اگر (کسی لفظ کے) معنیٰ پوشیدہ ہوں تو غیر مانوس الفاظ کی تشریح کی ضرورت پیش آتی ہے اور مشتبہ (محتمل) احادیث کی توضیح کی بھی حاجت واقع ہوتی ہے۔

مَتنِ حَدیث میں تبدیلی:- حدیث شریف کے الفاظ کو اَدَل بَدَل کرنا جائز نہیں ہے خواہ طویل کو مختصر کرنا ہو یا کسی لفظ کو اس کے مرادف سے بدلنا ہو۔ البتہ ماہرِ فنِ حدیث کے لئے جو معانی لغویہ اور مستعملہ مقصودہ اور قواعد صرفیہ و نحویہ سے بخوبی واقف ہو۔ نیز یہ بھی جانتا ہو کہ کس تبدیلی سے معنیٰ مقصودہ فوت ہو جائیں گے اور کس تبدیلی سے مقصود میں خلل واقع نہیں ہوگا، ایسے عالمِ حدیث کے لئے گنجائش ہے کہ بوقتِ ضرورت نہایت احتیاط سے بقدرِ ضرورت ایسی تبدیلی کرے جس سے معانی مقصودہ میں تغیر واقع نہ ہو۔ مگر اَحوَط یہی ہے کہ ہر قسم کی تبدیلی سے بچے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیبِ الفاظ میں بھی جو خصوصی خوبیاں ہیں ان کو کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ بخاری شریف (ص۳۸) میں حدیث ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت کی یہ دُعا تعلیم فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ اِلَیْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْكَ، رَغْبَةً وَرَھْبَةً اِلَیْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ، اَللّٰھُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَبِنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے تصحیح کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دعا کے کلمات دہرائے تو بنبیّك کی جگہ برسولك پڑھ گئے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوکا اور فرمایا کہ "نہیں! بنبیّك الذی ارسلت پڑھو" یعنی بنبیّك کو برسولك سے نہ بدلو۔ حالانکہ رسول، نبی ضرور ہوتا ہے نیز رسول کا مرتبہ بھی بڑا ہے مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تبدیلی گوارہ نہ فرمائی تو پھر دوسرے تغیرات کیسے پسند کئے جا سکتے ہیں؟!

شرح غریب: احادیث میں بعض الفاظ ہمارے اعتبار سے نادر قلیل الاستعمال آجاتے ہیں۔ ایسے الفاظ کی مترادف الفاظ سے وضاحت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ماہرینِ فن نے وضاحتِ الفاظ غریبہ کے سلسلہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ اُن میں سے مشہور اور مطبوعہ تین ہیں (۱) "الفائق فی غریب الحدیث" یہ جار اللہ زمخشری (وفات ۵۳۸ھ) کی مشہور کتاب ہے۔

(۲) النهایة فی غریب الحدیث والأثر۔ یہ ابن الاثیر محدث جزری رحمہ اللہ کی نہایت معتبر اور مقبول کتاب ہے اور مطبوعہ ہے آپ کا نام مبارک، لقب مجد الدین، کنیت ابو السعادات اور نسبت جزری ہے آپ کی ولادت ۵۴۴ھ/۱۱۵۰ء میں اور وفات ۶۰۶ھ/۱۲۱۰ء میں ہوئی ہے۔ فن حدیث میں آپ کی دوسری مشہور تصنیف "جامع الاصول فی احادیث الرسول" ہے، جسمیں صحاح ستہ کو جمع کیا گیا ہے۔ آپ کی شہرت "ابن الاثیر محدث" کے نام سے ہے۔[۱]

(۳) مجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزیل ولطائف الأخبار۔ یہ مَلِکُ المحدثین علامہ محمد بن طاہر پٹنی گجراتی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ہے آپ کی وفات ۹۸۶ھ/۱۵۷۸ء میں ہوئی ہے۔ آپ شیخ علی متقی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۵ھ) کے خاص شاگرد ہیں۔

---

[۱] آپ کے منجھلے بھائی ابن الاثیر مؤرخ ہیں (ولادت ۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء وفات ۶۳۰ھ/۱۲۳۳ء) جن کی مشہور تصنیفات "اُسْدُ الغابة فی معرفة الصحابة" اور "الکامل" ہیں آپ کا نام علی، کنیت ابو الحسن، لقب عز الدین اور شہرت ابن الاثیر المؤرخ سے ہے اور ان کے تیسرے بھائی جو دونوں سے چھوٹے تھے وہ ابن الاثیر الکاتب سے مشہور ہیں۔ ان کا نام نصر اللہ، کنیت ابو الفتوح اور لقب ضیاء الدین ہے (ولادت ۵۵۸ھ/۱۱۶۳ء وفات ۶۳۷ھ/۱۲۳۹ء) اُن کی مشہور تالیف "المثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر" ہے۔

بیانِ مشکل:- احادیث میں بعض عبارتیں دقیق آجاتی ہیں اور بعض مضامین پر اوّل نظر میں اعتراض وارد ہوتا ہے مثلاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حُبِّبَ إِلَيَّ من دنیاکم النساءُ والطیب وجُعلت قُرّۃُ عینی فی الصّلوٰۃ ایسی احادیث کی وضاحت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور توجیہ کرنی پڑتی ہے تاکہ کوتاہ نظر دھوکہ نہ کھائے۔ حضرات محدثین نے اور ماہرینِ علوم شرعیہ نے اس موضوع پر بھی کتابیں لکھی ہیں مثلاً امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب "بیانُ مشکل الآثار" اور خطابی رحمہ اللہ کی معالم السنن اور دیگر شروح حدیث

تَنْبِیہ:- احادیث شریفہ کے معانی ومطالب معتبر کتابوں سے لینے چاہئیں جن کے مصنفین خواہشاتِ نفسانی اور عناد سے پاک اور علوم شرعیہ کے ماہر کامل ہوں

ثُمَّ الجهالةُ، وسَبَبُهَا: أن الراوي قد تَكثُرُ نُعوتُهُ، فَيُذكَرُ بغيرِ مَا اشْتُهِرَ به، لِغَرَضٍ وصَنَّفُوا فِيهِ "المُوضِحَ"، وقد يكونُ مُقِلاًّ، فَلا يَكْثُرُ الأَخْذُ عنه، وصَنَّفُوا فيه "الوُحْدَانَ" اولا يُسَمّیٰ اختِصارًا وفيه المُبْهَمَاتُ ولا يُقبَلُ المبهمُ، ولو أُبْهِمَ بلفظ التعديل، على الأَصَحِّ؛ فإن سُمِّيَ، وَانْفَرَدَ واحدٌ عنه، فمَجْهُولُ العين؛ أَوِ اثنانِ، فَصَاعِدًا، ولَمْ يُوَثَّقْ، فَمَجْهُولُ الحال؛ وهوالمَسْتُورُ،

تَرجَمہ:- پھر جہالت، اور اس کا سبب یہ ہے کہ کبھی راوی کی صفات بہت ہوتی ہیں، پس اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے اس کی مشہور صفت کے علاوہ کسی اور صفت سے کسی خاص مقصد کے لئے، اور محدثین نے اس سلسلہ میں مُوضِحات (وضاحت کرنے والی کتابیں) لکھی ہیں اور کبھی راوی قلیل الحدیث ہوتا ہے پس اُس سے اخذ واستفادہ زیادہ نہیں کیا جاتا اور محدثین نے اس سلسلہ میں وُحدان (ایک حدیث والے رُوات) لکھی ہیں یا اختصار کے لئے راوی کا نام نہیں لیا جاتا اور محدثین نے اس سلسلہ میں مُبہمات (نہ جانے ہوئے رُوات) لکھی ہیں۔ اور مُبہم راوی قبول نہیں کیا جاتا اگرچہ تعدیل کرنے والے لفظ کے ذریعہ مبہم کیا گیا ہو، اصح قول کے مطابق۔ پھر اگر نام لیا گیا ہے اور کوئی راوی اس سے روایت

کرنے میں منفرد (تنہا) ہے تو وہ "مجہول العین" ہے، یا دو یا زیادہ راوی اس سے روایت کرنے والے ہیں مگر اس کی توثیق نہیں کی گئی تو وہ "مجہول الحال" ہے اور وہی مستور ہے

جہالت:- اسبابِ طعن میں آٹھواں سبب جہالت ہے یعنی راوی کا غیر معروف ہونا۔

اسبابِ جہالت:- تین ہیں۔ عدمِ تسمیہ (نام نہ لینا)، غیر معروف تسمیہ اور قلیل الروایہ ہونا۔

نام نہ لینے کی وجہ سے جہالت:- کبھی راوی مجہول اس لئے ہوتا ہے کہ اسنادِ حدیث میں اس کا نام نہیں لیا جاتا بلکہ شیخ، رجل، ثقہ، صاحب لنا وغیرہ مبہم کلمات سے ذکر کیا جاتا ہے۔ ایسے غیر مسمّٰی رواۃ "مبہم" کہلاتے ہیں اور اُن کے تعارف کیلئے محدثین نے "مبہمات" نامی کتابیں لکھی ہیں جن سے اُن کی تعیین ہوتی ہے۔

غیر مسمّٰی راوی کی حدیث کا حکم:- راوی مجہول الاسم کی حدیث قابلِ قبول نہیں، کیونکہ جب اس کا نام ہی معلوم نہیں تو اس کا عادل یا غیر عادل ہونا کیسے معلوم ہو گا؟!

ابہام کرنے والے کی تعدیل کا حکم:- اصح مذہب یہ ہے کہ ابہام کرنے والے کی تعدیل معتبر نہیں ہے مثلاً وہ کہے کہ اخبرنی ثقہ" تو بھی روایت قابلِ قبول نہ ہو گی، کیونکہ راوی نے اپنے شیخ غیر مسمّٰی کی تعدیل محض اپنی تحقیق کے موافق کی ہے اور ممکن ہے کہ واقعہ اُس کے خلاف ہو۔ البتہ اگر تعدیل کرنے والا ماہرِ فن، ائمۂ نقادِ حدیث میں سے ہو مثلاً امام مالکؒ، امام بخاریؒ، امام مسلم وغیرہ تو ان کی تعدیل معتبر ہو گی اور وہ روایت قابلِ قبول ہو گی۔

غیر معروف نام لینے کی وجہ سے جہالت:- کبھی راوی مجہول اس لئے ہوتا ہے کہ اسنادِ حدیث میں اس کا غیر معروف نام لیا جاتا ہے یعنی راوی پر متعدد الفاظ بولے جاتے ہیں۔ مثلاً علَم، کنیت، لقب، صفت، حرفہ (پیشہ)، نسبت، عہدہ وغیرہ اور وہ اُن میں سے کسی ایک لفظ سے مشہور ہوتا ہے پس جب اس کو کسی غیر مشہور نام سے یاد کیا جاتا ہے تو وہ پہچانا نہیں جاتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اگر عبداللہ بن عثمان سے کیا جائے

یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر عبدالرحمن بن صخر سے کیا جائے تو بہت کم لوگ پہچان سکیں گے۔ محدثین نے ایسے مبہم راویوں کی وضاحت کے لئے "مُوَضِّحات" نامی کتابیں لکھی ہیں، جن سے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کون راوی ہے۔ وضاحت کے بعد اگر وہ راوی ثقہ ہے تو اس کی حدیث معتبر ہے اور ضعیف ہے تو اس کی حدیث غیر معتبر ہے اور اگر کتب موضحات سے بھی پتہ نہ چل سکے کہ وہ کون راوی ہے تو بھی اس کی حدیث غیر معتبر ہوگی۔

قلیل الحدیث ہونے کی وجہ سے جہالت:- کبھی راوی مجہول اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے بہت کم روایات مروی ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے اس سے اخذ و استفادہ کرنے والے تلامذہ بہت کم ہوتے ہیں اور اس سے عام واقفیت نہیں ہوتی۔ ایسے راوی کا اگرچہ نام لیا جائے تاہم وہ پہچانا نہیں جائے گا۔ ایسے مبہم رُوات کو جاننے کے لئے محدثین نے "وُحدان" (ایک شاگرد والے یا ایک حدیث والے رُوات) نامی کتابیں لکھی ہیں۔ جن سے ایسے رُوات کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ ایسے مجہول رُوات کی پھر دو قسمیں ہیں۔ مجہول العین اور مجہول الحال (مستور)

مجہول العین:- وہ مُقِل (قلیل الحدیث) راوی ہے جس سے نام لے کر صرف ایک ہی راوی نے روایت کی ہو۔

مجہول الحال:- وہ مُقِل حدیث راوی ہے جس سے نام لے کر ایک سے زائد راویوں نے روایت کی ہو مگر کسی امام نے اس کی توثیق نہ کی ہو۔

مستور:- مجہول الحال ہی کو مستور بھی کہتے ہیں بلکہ مجہول الحال کیلئے عام طور پر "مستور" ہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور مجہول العین کے لئے "مجہول" لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

مجہول العین کی حدیث کا حکم:- راوی مجہول العین کی حدیث قابلِ قبول نہیں ہے لیکن اگر ائمہ جرح و تعدیل میں سے کسی نے اس کی توثیق کی ہو تو پھر وہ قابل قبول ہوگی۔ یا اس سے روایت کرنے والا ثقہ ہو اور وہ ہمیشہ ثقہ ہی سے روایت کیا کرتا ہو تو وہ حدیث مقبول ہوگی۔

مستور کی حدیث کا حکم:- امام ابوحنیفہ، ابن حبّان، حماد بن ابی سلیمان (استاذ امام اعظم) رحمہم اللہ کے نزدیک مستور کی روایت معتبر ہے ان حضرات کا ارشاد ہے کہ ہم اپنی ناواقفیت کی وجہ سے مجہول الحال (مستور) کی حدیث کو رد نہیں کریں گے

اِلّا یہ کہ ہمیں اس کا کوئی نقص معلوم ہو جائے اور جمہور محدثین کے نزدیک مستور کی روایت مقبول نہیں ہے۔ وہ اسی وقت روایت قبول کرتے ہیں جب راوی کا ثقہ ہونا محقق ہو جائے اور مستور کا حال مخفی ہے پس اس کی روایت مقبول نہ ہوگی۔

> ثُمَّ الْبِدْعَۃُ، إِمَّا بِمُکَفِّرٍ، أَوْ بِمُفَسِّقٍ، فَالْأَوَّلُ، لَا یَقْبَلُ صَاحِبَھَا الْجُمْھُورُ، وَالثَّانِی یُقْبَلُ مَنْ لَمْ یَکُنْ دَاعِیَۃً إِلیٰ بِدْعَتِہٖ، فِی الْأَصَحِّ إِلَّا إِنْ رَوَیٰ مَا یُقَوِّیْ بِدْعَتَہٗ، فَیُرَدُّ عَلَی الْمُخْتَارِ، وَبِہٖ صَرَّحَ الْجُوْزَجَانِیُ، شَیْخُ النَّسَائِیْ

ترجمہ:۔ پھر بدعت، یا تو کفر کی طرف منسوب کرنے والی بات کے ذریعہ ہوگی، یا فسق کی طرف منسوب کرنیوالی بات کے ذریعہ، سو اول نہیں قبول کرتے اس بدعتی کو جمہور، اور دوم قبول کیا جاتا ہے، وہ جو اپنی بدعت کی طرف داعی نہ ہو، اصح قول میں، اِلّا یہ کہ روایت کی ہو اس نے ایسی حدیث جو تقویت پہنچا رہی ہو اس کی بدعت کو، تو وہ رد کر دی جائے گی، مذہب مختار پر، اور اس کی صراحت کی ہے امام نسائی رحمہ اللہ کے استاذ جوزجانی رحمہ اللہ نے

بدعت:۔ اسبابِ طعن میں نواں سبب بدعت ہے۔ یہاں بدعت سے مراد بدعقیدگی، گمراہ خیالات اور فِرَقِ باطلہ کے عقائد کا حامل ہونا ہے۔

بدعت کی اقسام:۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں اوّل مُستَلزِم کفر (جس سے کفر لازم آتا ہو) جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات میں حق تعالیٰ جل مجدہٗ کے حلول کا عقیدہ یا ختم نبوت کا انکار، دوم مستلزم فسق جیسے عام عقائد بدعیہ اور خیالاتِ فاسدہ،

بدعتی کی حدیث کا حکم:۔ مُستلزِم کفر کی حدیث جمہور کے نزدیک مقبول نہیں ہے اور مُستلزِم فِسق کی حدیث اصح قول کے مطابق مقبول ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ راوی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت نہ دیتا ہو اور نہ اس کی روایت سے اس کی بدعت کا ثبوت ہوتا ہو اور تقویت ملتی ہو، امام ابو اسحٰق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی (استاذ امام ابوداؤد و امام نسائی) نے اپنی کتاب "معرفۃ الرجال" میں اس کی

تصریح کی ہے۔ خلاصہ یہ کہ بدعتی کی حدیث درج ذیل شروط کے ساتھ قبول کی جا سکتی ہے۔
(۱) جو امر شرعی متواتر طریق سے ثابت ہے اور امور دینیہ ضروریہ میں شامل ہے جیسے نماز روزہ وغیرہ، وہ بدعتی اعتقاداً یا عملاً اس کا منکر نہ ہو (۲) بدعتی (گمراہ عقائد کا حامل) ہونے کے علاوہ ثقاہت کی تمام صفات اس میں موجود ہوں (۳) اپنے غلط مذہب کی تقویت کے لئے قرآن وحدیث میں تحریف نہ کرتا ہو (۴) جھوٹ کو جائز نہ سمجھتا ہو (۵) اس کی روایت کردہ حدیث سے اس کے غلط نظریات کی تائید نہ ہوتی ہو۔

ثُمَّ سُوْءُ الْحِفْظِ: إِنْ كَانَ لَازِمًا، فَالشَّاذُّ — عَلٰى رَأْيٍ — أَوْ طَارِئًا فَالْمُخْتَلَطُ

ترجمہ:- پھر یادداشت کی خرابی، اگر وہ لازم ہو، تو وہ (حدیث) "شاذ" ہے، ایک رائے کے مطابق۔ یا طاری (پیش آنے والی) ہو تو وہ (حدیث) "مختلط" ہے

سوءِ حفظ:- اسبابِ طعن میں دسواں سبب سوءِ حفظ ہے یعنی راوی کی یادداشت کا خراب ہونا۔

سوءِ حفظ کی قسمیں:- سوءِ حفظ کی دو[۲] قسمیں ہیں۔ لازم[۱] اور طاری[۲]

سوءِ حفظ لازم[۱]:- وہ ہے جو ہمیشہ سے ہو، اور ہر حال میں رہتا ہو۔ ایسے راوی کی حدیث کو بعض لوگ شاذ کہتے ہیں

سوءِ حفظ طاری[۲]:- وہ ہے جو بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے پیش آگیا ہو۔ مثلاً وہ کتابیں جن سے راوی روایت کرتا تھا تلف ہو گئیں یا راوی نابینا ہو گیا جس کی وجہ سے کتابیں نہیں دیکھ سکتا یا قدرتی عوامل کی وجہ سے یادداشت میں کمی آگئی۔ ایسے راوی کی حدیث کو "مختلط" کہتے ہیں۔

حدیثِ شاذ:- بعض محدثین کے نزدیک "شاذ" وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی ایسا ہو جس کو سوءِ حفظ لازم ہو۔ اور شاذ کی جو تعریف پہلے صـ۱۶ پر گزری ہے وہ دوسرے قول کی بنا پر ہے۔

حدیث مختلط:- وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی ایسا ہو جس کو سوء حفظ طاری ہو گیا ہو۔ اس راوی کو مُختلِط (بکسر اللام بصیغۂ اسم فاعل) اور اس کی حدیث کو مُختلَط (بفتح اللام بصیغۂ اسم مفعول) کہتے ہیں۔

مُختلِط کی حدیث کا حکم:- مختلط نے جو روایتیں اختلاط سے پہلے بیان کی ہیں وہ مقبول ہیں اور جو اختلاط کے بعد بیان کی ہیں وہ غیر مقبول ہیں اور جن کی قبلیت و بعدیت کا علم نہ ہو سکے وہ حصولِ علم پر موقوف رہیں گی۔

> (مَتیٰ تُوبِعَ السَّیِّئُ الْحِفْظِ بِمُعْتَبَرٍ، وَکَذَا الْمَسْتُوْرُ، وَالْمُرْسَلُ، وَالْمُدَلَّسُ، صَارَ حَدِیْثُهُمْ حَسَنًا، لَا لِذَاتِهٖ، بَلْ بِالْمَجْمُوْعِ،

ترجمہ:- اور جب موافقت کیا گیا خراب یادداشت والا راوی کسی معتبر راوی کے ذریعہ اور اسی طرح مستور راوی، اور مرسل حدیث اور مدلّس روایت تو اُن سب کی حدیثیں "حسن" ہو جائیں گی مگر بالذات نہیں بلکہ مجموعہ کے اعتبار سے۔

حدیث حسن لغیرہ:- وہ حدیث ہے جس میں حُسن ذاتی نہ ہو یعنی وہ خود بخود تو "حسن" نہ ہو، کیونکہ اس کے راوی میں یا اسنادِ حدیث میں کوئی معمولی خرابی پائی جاتی ہے مگر کچھ ایسی خارجی تائیدات مل گئی ہیں جن کی وجہ سے اس نقصان کی تلافی ہو گئی ہے۔ اس لئے اس کو مجموعۂ متابِع و متابَع کی وجہ سے حسن قرار دیدیا جاتا ہے۔ جس طرح ایک دھاگا اکیلا کمزور ہوتا ہے مگر جب کئی ایک دھاگے باہم مل جاتے ہیں تو وہ مضبوط ڈورا بن جاتا ہے (حسن لغیرہ میں لام اَجلیہ ہے ای لاجل الغیر یعنی دیگر تائیدات کی وجہ سے حسن بننے والی حدیث)

مُتابعت:- کے معنیٰ ہیں "موافقت" کہا جاتا ہے تَابَعَ فلاناً علی الامر: موافقت کرنا۔ متابِع (اسم فاعل)، موافقت کرنے والا یعنی دوسرا راوی اور متابَع (اسم مفعول) یعنی وہ اصل راوی جس کی موافقت کی گئی ہے۔

حَسن لغیرہ کی چار صورتیں:- چار حدیثیں جن میں معمولی خرابی ہوتی ہے متابعت کی

وجہ سے حسن لغیرہ بن جاتی ہیں۔

(۱) وہ حدیث جس کے کسی راوی کی یادداشت خراب ہے جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے خواہ وہ متابع اصل راوی سے اعلیٰ درجہ کا ہو یا مساوی درجہ کا۔ البتہ اگر کمتر ہو تو اس کی متابعت کا اعتبار نہ ہوگا۔

(۲) وہ حدیث جس کا کوئی راوی مستور یعنی مجہول الحال ہے جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ بھی حسن لغیرہ بن جائے گی۔

(۳) وہ حدیث جس کی اسناد مرسل ہے جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ بھی حسن لغیرہ بن جائے گی۔

(۴) وہ حدیث جس کی اسناد میں تدلیس کی گئی ہے اور محذوف راوی کا پتہ نہیں چل رہا۔ جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ بھی حسن لغیرہ ہو جائے گی۔

حسن لغیرہ کا رتبہ: حدیث حسن لغیرہ کا رتبہ حدیث حسن لذاتہ سے فروتر ہے یہ مقبول کی آخیری قسم ہے اس سے نیچے حدیث ضعیف کا درجہ ہے۔

حدیث ضعیف کا حکم: معتمد قول یہ ہے کہ اعمال ثابتہ کے فضائل میں، پند و وعظ میں اور مناقب رجال میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے بشرطیکہ ضعف شدید نہ ہو یا وہ کسی اصلِ معمول بہ کے تحت آتی ہو۔

> ثُمَّ الإِسْنَادُ: إِمَّا أَن يَنْتَهِيَ الى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تَصْرِيحًا أَوْ حُكْمًا، مِنْ قَوْلِهِ، أَوْ فِعْلِهِ، أَوْ تَقْرِيرِهِ؛ أَوْ إِلى الصَّحَابِيِّ كَذٰلِكَ، وهو: مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهِ، وَمَاتَ عَلَى الإِسْلَامِ، وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ، فِي الأَصَحِّ؛ أَوْ إِلى التَّابِعِيِّ؛ وَهُوَ: مَن لَقِيَ الصَّحَابِيَّ كَذٰلِكَ؛ فَالأَوَّلُ: المَرْفُوعُ، وَالثَّانِي: المَوْقُوفُ، وَالثَّالِثُ: المَقْطُوعُ؛ وَمَنْ دُونَ التَّابِعِيِّ فِيهِ مِثْلُهُ؛ وَيُقَالُ لِلأَخِيرَيْنِ: الأَثَرُ.

ترجمہ: پھر اسناد یا تو پہنچتی ہوگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک، صراحۃً یا حکماً (اور مردی) خواہ آپ کا قول ہو یا فعل ہو یا تقریر (ثابت رکھنا) یا وہ پہنچتی

ہوگی، صحابی تک اسی طرح اور صحابی: وہ شخص ہیں جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے کی حالت میں اور اس کا انتقال مسلمان ہونے کی حالت میں ہوا ہو، اگرچہ درمیان میں ارتداد پایا گیا ہو، اصح قول میں یا اسناد پہنچتی ہوگی) تابعی تک اور تابعی وہ شخص ہیں، جنھوں نے صحابی سے اسی طرح ملاقات کی ہو۔

پس اول "مرفوع" ہے اور دوم "موقوف" ہے اور سوم "مقطوع" ہے اور جو لوگ تابعی سے نیچے ہیں وہ نام رکھنے میں تابعی کے مانند ہیں اور اخیری دونوں قسموں کو "اثر" بھی کہا جاتا ہے۔

اِسْنَاد:- مَتنِ حدیث تک پہنچنے کا راستہ (الطریقُ الموصِلَۃُ الی اَلْمَتْنِ)

مَتْن:- وہ کلام جس پر اسناد پہنچ کر رک جائے (غَایَۃُ مَا یَنتَھِی الیہ الإسنادُ من الکلام) جیسے حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیانُ .... انہ سمع علقمۃ یقول: سمعتُ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ علی المنبر، یقول: سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: انما الاعمال بالنیات، الحدیث (بخاری ص۲)

اس مثال میں شروع سے لیکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تک "اِسْنَادِ حدیث" ہے اور انما الاعمال سے آخر تک "مَتنِ حدیث" ہے۔

حدیث کی بلحاظ غایتِ سَند تقسیم: منتہائے سند کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں، مَرفوع، موقوف اور مقطوع۔

حَدِیْث مَرفُوْع:- وہ حدیث ہے جس کی اسناد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو یعنی اس اسناد سے خاص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد یا عمل یا تقریر (تائید) نقل کی گئی ہو۔ خواہ یہ نقل صراحۃً ہو یا حکماً

تقریر نبوی: تقریر کے معنیٰ ہیں برقرار رکھنا، تائید کرنا۔ یہاں تقریر کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کسی مسلمان نے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی اور آپ نے نہ اس کو روکا نہ ٹوکا یا آپ کے زمانہ میں کسی مسلمان نے کوئی کام کیا اور آپ نے باوجود اطلاع کے نکیر نہیں فرمائی تو وہ "تقریر نبوی" کہلاتی ہے۔

حدیث موقوف:- وہ حدیث ہے جس کی اسناد کسی صحابی تک پہنچتی ہو یعنی اس اسناد سے کسی صحابی کا کوئی قول یا عمل یا تقریر (تائید) نقل کی گئی ہو خواہ یہ نقل صراحۃً ہو یا حکماً۔

حدیث مقطوع:- وہ حدیث ہے جس کی اسناد کسی تابعی تک یا تابعی کے بعد کے کسی عالم تک پہنچتی ہو۔ یعنی اس اسناد سے کسی تابعی کا یا تبع تابعی کا یا اس سے نیچے کے کسی عالم کا کوئی قول نقل کیا گیا ہو۔

اَثَر:- عام طور پر حدیث موقوف اور حدیث مقطوع کو "اثر" کہتے ہیں البتہ بعض محدثین حدیث کی مذکورہ بالا تینوں قسموں کو "اثر" کہتے ہیں۔

حدیث مرفوع کی تقسیم:- حدیث مرفوع کی ابتداءً دو قسمیں ہیں صریح اور حکمی پھر ہر ایک کی تین قسمیں ہیں۔ قولی، فعلی اور تقریری پس کل چھ قسمیں ہوئیں ۱- مرفوع قولی صریح، ۲- مرفوع فعلی صریح، ۳- مرفوع تقریری صریح ۴- مرفوع قولی حکمی، ۵- مرفوع فعلی حکمی اور ۶- مرفوع تقریری حکمی۔

۱- مرفوع قولی صریح:- وہ حدیث ہے جس کی اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور اس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صریح ارشاد نقل کیا گیا ہو جیسے صحابی کہے کہ سَمِعْتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کذا یا حَدَّثنا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکذا یا راوی (خواہ صحابی ہو یا غیر صحابی) کہے کہ قالَ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا یا عَنْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کذا وغیر ذالک۔

۲- مرفوع فعلی صریح:- وہ حدیث ہے جس کی اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور اس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل صراحۃً نقل کیا گیا ہو جیسے صحابی کہے کہ رَأَیْتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَعَلَ کذا یا راوی (خواہ صحابی ہو یا غیر صحابی) کہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَفْعَلُ کذا۔

۳- مرفوع تقریری صریح:- وہ حدیث ہے جس کی اسناد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور اس سے آپؐ کا کسی کام کو یا کسی بات کو برقرار رکھنا صراحۃً نقل کیا گیا ہو جیسے صحابی کہے کہ فَعَلْتُ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم کذا پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار بیان نہ کرے۔

۴۔ مرفوع قولی حکمی:۔ وہ حدیث ہے جس کی اسناد کسی ایسے صحابی تک پہنچتی ہو جو اسرائیلیات بیان نہ کرتے ہوں، اور اس سے اس صحابی کی فرمائی ہوئی کوئی ایسی بات نقل کی گئی ہو جس کا اجتہاد سے کوئی تعلق نہ ہو، نہ وہ کسی لفظ کے معنیٰ ہوں اور نہ وہ کسی قلیل الاستعمال لفظ کی تشریح ہو تو اُسے حکماً حدیث مرفوع کا درجہ دیا جائے گا، کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اُس صحابی نے وہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر ہی بیان کی ہوگی اس لئے کہ صحابۂ کرام کے علوم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مستفاد تھے۔ مثلاً ابتدائے آفرینشِ عالم کے سلسلہ کی کوئی بات یا انبیاءِ کرام کے حالات یا مَلَاحِمُ وفِتَنْ یا احوالِ قیامت کے سلسلہ کی کوئی بات یا کسی عمل کا کوئی مخصوص ثواب وعقاب۔

۵۔ مرفوع فعلی حکمی:۔ وہ حدیث ہے جس کی اسناد کسی صحابی تک پہنچی ہو اور اُس سے صحابی کا کوئی ایسا کام نقل کیا گیا ہو جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو تو صحابی کے اس عمل کو حکماً حدیث مرفوع کا درجہ دیا جائے گا۔ اور یہ سمجھا جائیگا کہ صحابی نے یہ عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کیا ہوگا مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمازِ کسوف میں ہر رکعت میں دو سے زیادہ رکوع کئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ حضرتِ علیؓ کے اس عمل کو حدیث مرفوع فعلی کا درجہ دیتے ہیں۔

۶۔ مرفوع تقریریِ حکمی:۔ وہ حدیث ہے جس کی اسناد کسی صحابی تک پہنچتی ہو اور اس سے کسی صحابی کی یہ اطلاع دہی نقل کی گئی ہو کہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں فلاں کام کرتے تھے پس اِس اطلاع کو بھی حکماً حدیث مرفوع تقریری کا درجہ دیا جائے گا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے اُس عمل کی اطلاع ہوئی ہوگی اس لئے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہر کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر ہی کرتے تھے نیز زمانہ بھی نزولِ وحی کا زمانہ تھا اس لئے اگر صحابہ کا وہ عمل ناجائز ہوتا تو شریعت ضرور اس سلسلہ میں کوئی ہدایت دیتی۔ مثلاً حضرت جابرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کا یہ ارشاد کہ کُنَّا نَعزِلُ والقرآن یَنزِلُ

صحابی کی تعریف:۔ صحابی وہ شخص ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحالتِ ایمان ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ

ہوا ہو۔ اگر ملاقات نبوی کے بعد۔ نعوذ باللہ۔ مرتد ہو کر دوبارہ مسلمان ہوئے ہوں تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ بدستور صحابی رہیں گے مگر امام مالک اور امام اعظم رحمہما اللہ کے نزدیک جب تک اسلام لانے کے بعد دوبارہ زیارت نبوی نہ ہو اُن کو صحابی نہیں کہیں گے۔ کیونکہ جس طرح اسلام قبول کرنے سے سابقہ تمام برائیاں کالعدم ہو جاتی ہیں، مرتد ہونے سے بھی سابقہ تمام نیکیاں کالعدم ہو جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ (مصنفِ کتاب) چونکہ شافعی ہیں اس لئے اوّل مذہب کو اصح کہا ہے حالانکہ دلائل کی قوت کے اعتبار سے قول دوسرا اصح ہے۔

فوائد قیود:- (۱) صحابی کی تعریف میں لِقَاءُ (ملاقات) کا لفظ اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ تعریف نابینا صحابہ کو بھی شامل ہو جائے۔ کیونکہ ملاقات کے لئے "دیکھنا" شرط نہیں ہے پس جن لوگوں نے مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعریف کی ہے وہ مناسب نہیں ہے کیونکہ اُس تعریف کی رُو سے نابینا صحابہ نکل جائیں گے حالانکہ وہ بالاتفاق صحابہ ہیں۔

(۲) ملاقات کرنا عام ہے۔ خواہ ساتھ بیٹھنا ہوا ہو یا ساتھ چلنا یا ایک کا دوسرے کے پاس جانا اگرچہ بات چیت نہ ہوئی ہو)

(۳) تعریف میں لِقَاءُ بمنزلہ جنس ہے اور "مُؤْمِنًا" پہلی فصل ہے، اِس سے وہ لوگ نکل گئے جنھوں نے بحالتِ کفر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے اور "بِہٖ" دوسری فصل ہے، اس سے وہ لوگ نکل گئے جنھوں نے دوسرے انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے اور مَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ تیسری فصل ہے، اِس سے وہ لوگ نکل گئے جنھوں نے بحالتِ ایمان آپؐ سے ملاقات کی تھی مگر بعد میں عیاذاً باللہ مرتد ہو گئے اور ارتداد ہی کی حالت میں مرے جیسے عبید اللہ بن جحش اور ابن خطل وغیرہ

(۴) وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْأَصَحِّ ایک اختلافی مسئلہ کا بیان ہے تعریف کا جزو نہیں ہے۔

تابعی کی تعریف:- تابعی وہ شخص ہیں جنھوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی حالت میں کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہوا ہو جیسے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، متعدد صحابہؓ سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے

(اس میں بھی مسئلہ ارتداد کے اندر وہی اختلاف ہے جو صحابی کی تعریف میں تھا)

تبعِ تابعی کی تعریف: تبعِ تابعی وہ شخص ہیں جنھوں نے بحالتِ ایمان کسی تابعی سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر ان کا خاتمہ ہوا ہو۔ جیسے امام مالک رحمہ اللہ، متعدد تابعین سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے۔

وَالْمُسْنَدُ: مَرْفُوْعُ صَحَابِيٍّ، بِسَنَدٍ ظَاهِرُهُ الْإِتِّصَالُ۔

ترجمہ: اور "مُسْنَد" صحابی کی مرفوع کردہ حدیث ہے، ایسی سند کے ساتھ جو بظاہر متصل ہو۔

مُسْنَد کے معنیٰ: "مُسْنَد" محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہے، کہا جاتا ہے هٰذَا حَدِيْثٌ مُسْنَدٌ اس کی جمع مَسَانِيْدُ ہے اس نام سے کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ جیسے مُسْند الامام احمد بن حنبل اور مسانید الامام الاعظمؒ اَسْنَدَہ فی الجبل کے معنیٰ ہیں پہاڑ پر چڑھانا۔ مُسْنَد (اسم مفعول) کے لغوی معنیٰ ہیں چڑھایا ہوا اور اصطلاحی معنیٰ ہیں وہ بات جس کی سند قائل تک پہنچائی گئی ہو اور مُسْنِد (اسم فاعل) کے لغوی معنیٰ ہیں چڑھانے والا اور اصطلاحی معنیٰ ہیں با سند کرنے والا یعنی مدار سند جیسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ "مُسْنِدُ الھند" ہیں، کیونکہ آپ محدثین ھند کی سند کا مدار ہیں کسی محدث کی سند آپ پر سے گزرے بغیر نہیں جاتی

تنبیہ: مَسْنَد (میم کے زبر کے ساتھ) غلط تلفظ ہے اس لفظ کے معنیٰ ہیں ٹیک لگانے کی جگہ۔

حدیثِ مُسند کی تعریف: مُسند وہ حدیث ہے جو کسی صحابی نے مرفوعاً بیان کی ہو اور ایسی سند سے مروی ہو جو بظاہر متصل ہو پس وہ حدیث جسمیں انقطاعِ خفی ہو وہ بھی مسند کہلائے گی۔

فائدہ: بعض حضرات ہر اس حدیث کو مسند کہتے ہیں جس کی سند متصل ہو، خواہ وہ مرفوع ہو یا موقوف یا مقطوع اور بعض حضرات ہر مرفوع حدیث کو مُسند کہتے ہیں خواہ وہ مرسل ہو یا معضل یا منقطع۔

فَإِنْ قَلَّ عَدَدُهُ: فَإِمَّا أَنْ يَنْتَهِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ إِلَى إِمَامٍ ذِي صِفَةٍ عَلِيَّةٍ، كَشُعْبَةَ، فَالْأَوَّلُ: الْعُلُوُّ الْمُطْلَقُ، وَالثَّانِي: النِّسْبِيُّ، وَفِيهِ الْمُوَافَقَةُ، وَهِيَ: الْوُصُولُ إِلَى شَيْخِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ، مِنْ غَيْرِ طَرِيقِهِ؛ وَفِيهِ الْبَدَلُ، وَهُوَ: الْوُصُولُ إِلَى شَيْخِ شَيْخِهِ، كَذَلِكَ؛ وَفِيهِ الْمُسَاوَاةُ، وَهِيَ: اسْتِوَاءُ عَدَدِ الْإِسْنَادِ مِنَ الرَّاوِي إِلَى آخِرِهِ، مَعَ إِسْنَادِ أَحَدِ الْمُصَنِّفِينَ؛ وَفِيهِ الْمُصَافَحَةُ، وَهِيَ: الِاسْتِوَاءُ مَعَ تِلْمِيذِ ذَلِكَ الْمُصَنِّفِ، وَيُقَابِلُ الْعُلُوَّ بِأَقْسَامِهِ النُّزُولُ

ترجمہ: پھر اگر رجالِ سند کی تعداد کم ہو تو یا وہ سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہوگی یا کسی برتر صفت والے (عالی مرتبہ) امام (فنِ حدیث) تک۔ مثلاً شعبہ رحمہ۔ سو اوّل علوِ مطلق ہے اور دوم علوِ نسبی ہے۔ اور علوِ نسبی میں "موافقت" ہے اور وہ مصنفین کتبِ حدیث میں سے کسی کے استاذ تک، اس کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے پہنچنا ہے۔ اور اُس میں "بدل" ہے، اور وہ اُس مصنف کے استاذ الاستاذ تک اسی طرح پہنچنا ہے اور اس میں "مساوات" ہے، اور وہ اسناد کے رُوات کی تعداد کا مساوی ہونا ہے، راوی سے آخر تک، اُن مصنفین میں سے کسی کی اسناد کے ساتھ، اور اُس میں "مصافحہ" ہے، اور وہ اُس مصنف کے شاگرد کے ساتھ مساوی ہونا ہے اور نزول، مقابل آتا ہے۔ علوّ کے مع اُس کی اقسام کے۔

اصطلاحات: علوّ کے لغوی معنیٰ ہیں بلندی اور رفعت اور اصطلاحی معنیٰ ہیں حالِ سند کی برتری اور رفعت۔ اور نزُول کے لغوی معنیٰ ہیں اُترنا، فروتر ہونا اور اصطلاحی معنیٰ ہیں حالِ سند کی کمتری۔ اور مطلق کے معنیٰ ہیں۔ بلاقید یعنی فی نفسہٖ اور نسبی کے معنیٰ ہیں نِسبۃً ای بالنسبۃ ای شیٔ۔

وسائطِ سند کی قلت کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم: سند کے راویوں کی تعداد کے کم ہونے کا نام علوّ (بلندی)

ہے اور اس اعتبار سے حدیث کی دو[2] قسمیں ہیں ایک عُلُوِّ مطلق (بلاقید) اور دوسری عُلُوِّ نِسبی یعنی کسی چیز کی بہ نسبت۔

عالی ، نازل اور مساوی:۔ اگر کوئی حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے، تو جس سند میں وسائط کی تعداد سب سے کم ہے وہ "عالی" کہلاتی ہے اور جس سند میں وسائط کی تعداد سب سے زیادہ ہے وہ "نازل" کہلاتی ہے اور جن سندوں میں وسائط کی تعداد برابر ہے وہ "مساوی" کہلاتی ہیں۔

عُلُوِّ مُطلَق:۔ یہ ہے کہ راوی سے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک وسائط کی تعداد کم ہو۔

عُلُوِّ نِسبی:۔ یہ ہے کہ راوی سے لے کر کسی امام فنِ حدیث تک وسائط کم ہوں (خواہ اس امام کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک وسائط زائد ہی کیوں نہ ہوں۔

وضاحت:۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس طرح حضرات محدثین رحمہم اللہ مثلاً امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی وغیرہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رُوات کی قلتِ تعداد سے عُلُوِّ سند اور کثرتِ تعداد سے "نزولِ سند" حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے اور ان محدثین کے مابین رُوات (اساتذہ) کی تعداد کے کم و بیش ہونے سے "عُلُوّ" اور "نزول" ہوتا ہے اوّل کو "علو مطلق" اور "نزولِ مطلق" کہتے ہیں اور دوم کو عُلُوِّ نسبی اور نزولِ نسبی کہتے ہیں۔

اقسام عُلُوِّ نسبی:۔ عُلُوِّ نسبی کی چار[4] قسمیں ہیں۔ موافقت[1]، بدل[2]، مساوات اور مصافحہ۔

موافقت[1]:۔ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مصنف کتاب کے سلسلۂ سند کے علاوہ دوسرے سلسلۂ سند سے، اس مصنف کے شیخ تک پہنچ جائے اور اس دوسری سند کے رواۃ کی تعداد بھی کم ہو تو اسے مصنف کے ساتھ موافقت کہتے ہیں۔

بدل[2]:۔ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مصنف کتاب اور اس کے شیخ کے سلسلۂ سند کے علاوہ دوسرے سلسلۂ سند سے، اس مصنف کے شیخ الشیخ تک پہنچ جائے اور اس دوسری سند کے رُوات کی تعداد بھی کم ہو تو اسے مصنف اور اسکے شیخ کا بدل کہتے ہیں۔

موافقت و بدل کی مثالیں:۔ مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ قتیبہ بن سعید سے اور

وہ امام مالک رحمہ اللہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں اب اگر ہم کسی ایسی سند سے جسمیں بخاری رحمہ اللہ کا توسط نہ آئے، قتیبہ تک پہنچ جائیں تو یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی موافقت ہے اور اگر بلا توسطِ بخاری و قتیبہ ہم کسی اور سند سے امام مالکؒ تک پہنچ جائیں تو اس کا نام "بدل" ہے۔

۳ مساوات:- یہ ہے کہ ہم سے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی حدیث کی اسناد کے رُوات کی جو تعداد ہے وہ مساوی (برابر) ہو کسی مُصنّف کتاب سے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک رُوات کی تعداد کے، یعنی ہم اور مصنّف دونوں دربارۂ وسائطِ رُوات برابر ہوں شلاً امام نسائیؒ ایک حدیث روایت کرتے ہیں اور اُن کے سلسلۂ سند میں دس راوی[1] ہیں اب اگر ہم بلا توسطِ نسائیؒ کسی دوسری سند سے وہی روایت کریں اور ہماری سند کے وسائط بھی دس ہی ہوں تو ہمارے اور امام نسائیؒ کے درمیان "مساوات" ہو جائے گی۔

۴ مُصافحہ:- یہ ہے کہ ہم اور کسی مصنّف کا شاگرد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک وسائط (درمیانی رُوات) کی تعداد میں برابر ہو جائیں پس گویا مصنّف سے ہماری ملاقات اور مصافحہ ہو گیا۔

فوائد:- (۱) ہر حدیث کی صحت کے لئے چونکہ رُوات کی ثقاہت محقق کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے درمیانی رُوات جس قدر زیادہ ہوں گے اُسی قدر ثقاہت کی تحقیق میں دشواری پیش آئے گی اور جس قدر رُوات کی تعداد کم ہوگی اُسی قدر آسانی ہوگی اس وجہ سے کم وسائط والی سند عالی (بلند رُتبہ) اور زائد وسائط والی سند نازل (کم رُتبہ) قرار دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری شریف میں ثلاثیات[2]

---

[1] امام نسائی رحمہ اللہ نے قل ہو اللہ احد کی فضیلت میں ایک حدیث دس وسائط سے روایت کی ہے (ج ۱ ص ۱۵۵) یہ روایت "الحدیث العُشاری" کہلاتی ہے۔ صحاحِ ستہ میں یہ سب سے لمبی اسناد ہے۔ اتنے وسائط کی سند صحاحِ ستہ میں اور کوئی نہیں ہے۔ [2] بخاری شریف میں بائیس[۲۲] ثلاثیات ہیں جن میں سے گیارہ[۱۱] مکی بن ابراہیم تلمیذِ امام اعظم رحمہما اللہ سے مروی ہیں اور وہ ۱ تا ۴، ۶، ۷، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۷، ۱۹ ہیں اور چھ[۶] ابو عاصم النبیل تلمیذ امام اعظم رحمہما اللہ سے مروی ہیں اور وہ ۵، ۸، ۹، ۱۵، ۱۸، ۲۱ ہیں اور تین محمد بن عبد اللہ الانصاری تلمیذ امام زفر رحمہما اللہ سے مروی ہیں اور وہ ۱۰، ۱۲، ۲۰ ہیں۔ (بقیہ ص ۵۴ پر)

(تین وسائط والی روایات) اور موطا امام مالک[1] میں ثنائیات (دو واسطوں والی روایات) کا مرتبہ ممتاز ہے۔

(۲) علوّ وصفِ مرغوب فیہ اس وقت ہے جب کہ سندِ عالی میں رُوات کی تعداد کی کمی کے ساتھ تمام رُوات ثقہ اور معتبر بھی ہوں اگر کسی جگہ سندِ نازل کے رُوات ثقاہت میں بڑھے ہوئے ہوں گے تو پھر باعتبارِ صحت نازل ہی عالی مرتبہ ہوگی۔

(۳) موضوع حدیث اور موضوع سند چونکہ بالکل بے اصل ہیں اسلئے وہ کسی شمار میں نہیں ہے، خواہ وہ کتنی ہی عالی ہو۔

(۴) جس طرح عالی کے مختلف مراتب اور قسمیں ہیں اسی طرح نازل کے بھی مختلف مراتب اور قسمیں ہیں، کیونکہ نازل مقابل ہے عالی کا۔

فَإِنْ تَشَارَكَ الرَّاوِيْ وَمَنْ رَوىٰ عَنْهُ، فِي السِّنِّ وَ اللُّقِيِّ فَهُوَ الْأَقْرَانُ؛ وَإِنْ رَوىٰ كُلٌّ مِنهما عَنِ الآخَرِ فَالْمُدَبَّجُ؛ وَإِنْ رَوىٰ عَمَّنْ دُوْنَهُ فَالأَكَابِرُ عَنِ الْأَصَاغِرِ؛ ومنه: الآباءُ عن الأبناءِ؛ وفي عكسه كَثْرَةٌ؛ ومنه: من روى عن ابيه، عن جده.

ترجمہ:- پھر اگر راوی (شاگرد) اور جس سے وہ روایت کرتا ہے باہم شریک ہوں۔ عمر میں اور اساتذہ سے لقاء (ملاقات کرنے) میں، تو وہ (روایت) اَلْأَقْرَانُ ہے اور اگر روایت کرتا ہے ان میں کا ہر ایک دوسرے سے تو وہ "مُدَبَّجْ" ہے اور اگر کوئی راوی اس شخص سے روایت کرے جو اس سے کم رتبہ ہے تو وہ "روایت الاکابر عن الاصاغر" ہے اور اس میں شامل ہے "روایت الآباء عن الابناء" اور اس کی برعکس صورت بہت ہے اور اس میں شامل ہے عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت۔

(بقیہ حاشیہ ص۵۳ کا) اور ایک عصام بن خالد حمصی رحمہ اللہ سے اور وہ ۱۳ ہے اور ایک خلاد بن یحیٰی کوفی رحمہ اللہ سے اور وہ ۲۲ ہے بخاری شریف کے حاشیہ میں جلی قلم سے ثلاثیات کی نشاندہی کردی گئی ہے البتہ ایک دو جگہ کاتب سے تسامح ہوا ہے اس کا خیال رہے ترمذی شریف میں صرف ایک ثلاثی حدیث ہے (دیکھئے ص۵۲ ج۲) ابن ماجہ میں پانچ ثلاثیات ہیں مگر اس کا راوی متکلم فیہ ہے۔ باقی صحاح ستہ میں ثلاثیات نہیں ہیں۔

[1] موطا مالک میں ثنائیات بہت ہیں مالک عن نافع عن ابن عمر کی سند سے اور مالک عن الزہری عن صحابی کی سند سے آنیوالی جملہ روایات ثنائیات ہیں۔ مسند امام اعظم میں اور امام محمد کی کتاب الآثار میں اس سے بھی زیادہ ثنائیات ہیں۔ (باقی)

حدیث کی تقسیم باعتبارِ روایت:- روایت کرنے کے اعتبار سے حدیث شریف کی چار قسمیں ہیں، روایۃ الاقران، مُدَبَّج، روایۃ الاکابر عن الاصاغر اور روایۃ الاصاغر عن الاکابر۔

۱۔ روایۃ الاقران:- یہ ہے کہ راوی (شاگرد) اور مروی عنہ (استاذ) روایت حدیث سے تعلق رکھنے والی کسی بات میں شریک ہوں مثلاً دونوں ہم عمر ہوں یا استاذ بھائی ہوں تو اس کو روایت الاقران یعنی قرین (ساتھی) کی روایت قرین سے کہتے ہیں۔

۲۔ روایتِ مُدَبَّج:- یہ ہے کہ ہر ایک قرین اپنے قرین سے روایت کرے۔ مُدَبَّج مشتق ہے دِیبَاجَتَي الوَجہ سے جس کے معنیٰ ہیں چہرے کے دونوں رخسار چونکہ اس قسم میں ہر قرین دوسرے قرین سے روایت کرتا ہے اس لئے اس کو مُدَبَّج کہتے ہیں۔

فَائدہ:- روایت مُدَبَّج خاص ہے اور روایت الاقران عام ہے کیونکہ مُدَبَّج میں ہر ایک جانب سے روایت ہونی ضروری ہے اور روایۃ الاقران میں یہ شرط نہیں ہے ایک جانب سے بھی روایت کافی ہے پس ہر مُدَبَّج، اقران ہے مگر ہر اقران، مُدَبَّج نہیں ہے

تَنبیہ:- اگر استاذ شاگرد سے روایت کرے تو وہ مُدَبَّج نہیں ہے بلکہ وہ روایۃ الاکابر عن الاصاغر ہے کیونکہ مدبج نام ہے قرین سے قرین کی روایت کا اور استاد شاگرد قرین نہیں ہیں۔

۳۔ روایۃ الاکابر عن الاصاغر:- یہ ہے کہ بڑا چھوٹے سے روایت کرے (خواہ وہ بڑا عمر کے لحاظ سے ہو یا علم وضبط کے اعتبار سے)

فَائدہ: آباء کا اپنی اولاد سے روایت کرنا یا شیخ کا اپنے تلمیذ سے روایت کرنا یا صحابی کا تابعی سے روایت کرنا بھی اسی قسم سوم میں داخل ہے۔

۴۔ روایۃ الاصاغر عن الاکابر:- قسم سابق کا برعکس ہے یعنی چھوٹے کا بڑے سے روایت کرنا اس قسم کا وقوع بہت کثیر ہے کیونکہ عام طور پر روایات اسی قبیل سے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بلکہ مسند امام اعظم میں ایک واسطہ والی روایات بھی ہیں۔

فائدہ:- عن ابیہ عن جدہ کی سند سے جتنی روایات مروی ہیں وہ سب اسی قسم چہارم میں داخل ہیں اور اس طرح کی عبارت میں ہر جگہ دونوں ضمیروں کا مرجع پہلا راوی ہوتا ہے مثلاً بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کا مطلب یہ ہے کہ بہز اپنے والد حکیم سے اور حکیم بہز کے دادا یعنی اپنے والد معاویہ بن حَیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مگر عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہے۔ اس عبارت میں ابیہ کی ضمیر تو عمرو کی طرف راجع ہے۔ مگر جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ عمرو اپنے والد شعیب سے روایت کرتے ہیں اور شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں۔

وَإِنِ اشْتَرَكَ اثْنَانِ عَنْ شَيْخٍ، وَتَقَدَّمَ مَوتُ أَحَدِهِمَا، فَهُوَ السَّابِقُ وَاللَّاحِقُ

ترجمہ:- اور اگر دو شخص کسی شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہوں اور اُن میں سے ایک کی موت پہلے ہو جائے تو ایسے دو راوی "سابق ولاحق" ہیں۔

سابق ولاحق: ایسے دو راوی ہیں جو کسی شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہوں مگر اُن میں سے ایک کا انتقال پہلے ہو گیا ہو اور دوسرے کا بعد میں اور دونوں کی وفات میں معتد بہ فاصلہ ہو تو اوّل انتقال کرنے والے کو "سابق" اور بعد میں انتقال کرنے والے کو "لاحق" کہتے ہیں۔

سابق ولاحق کی درمیانی مدّت: تقریباً ایک سو پچاس سال تک پائی گئی ہے مثلاً حافظ ابوطاہر سِلَفی[1] (متوفی ۵۷۶ھ) سے ابو علی بردانی (متوفی ۴۹۸ھ) نے ایک حدیث سُنی ہے اور اُسے روایت بھی کی ہے اور ان کی وفات استاذ سے اٹھتّر سال پہلے ہوئی ہے اور سِلَفی کے آخری شاگرد ان کے نواسے ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن مکّی (متوفی ۶۵۰ھ) ہیں پس بردانی سابق کہلائیں گے اور ابوالقاسم لاحق کیونکہ دونوں کی وفات کے درمیان ایک سو باون سال کا فصل ہے۔

[1] سِلَفی ان کے جدّ امجد سِلَفہ کی طرف نسبت ہے۔ سِلَفہ کے لغوی معنی ہیں ہونٹ کٹا۔

سابق ولاحق کی معرفت کا فائدہ:- یہ ہے کہ لاحق سے علو سند حاصل کیا جا سکتا ہے، کیونکہ سابق سے روایت کرنے میں جو واسطہ ہے وہ لاحق سے روایت کرنے میں کم ہو جائے گا نیز تدلیس کا شبہ بھی ختم ہو جائیگا اور لاحق کی سند سے کسی راوی کے ساقط ہونے کا وہم بھی منتفی ہو جائے گا۔

وَإِنْ رَوَىٰ عَنِ اثْنَيْنِ مُتَّفِقَيِ الِاسْمِ، وَلَمْ يَتَمَيَّزَا، فَبِاخْتِصَاصِهِ بِأَحَدِهِمَا يَتَبَيَّنُ الْمُهْمَلُ۔

ترجمہ:- اگر کوئی راوی ایسے دو اساتذہ سے روایت کرے جو ہمنام ہوں اور ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہوں تو ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ راوی کے اختصاص کی وجہ سے مہمل (مشتبہ) کی وضاحت ہو جائے گی۔

مہمل رواۃ:- وہ ہیں جو ہم نام ہونے کی وجہ سے ممتاز نہ ہوں۔ ناموں کا یہ اشتراک کبھی تو صرف راویوں کے ناموں میں ہوتا ہے اور کبھی آباء کے ناموں میں بھی اور کبھی دادا کے ناموں میں بھی اور کبھی نسبت میں بھی اشتراک ہوتا ہے۔

امتیاز کی ضرورت:- اگر ہم نام اساتذہ سبھی ثقہ ہوں تو ان میں امتیاز کی چنداں ضرورت نہیں ہے جیسے امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت عن احمد عن ابن وھب میں احمد بن صالح بھی ہو سکتے ہیں اور احمد بن عیسٰی بھی مگر چونکہ دونوں ثقہ ہیں اس لئے تعیین کی کوئی خاص حاجت نہیں ہے۔ البتہ اگر ہم نام اساتذہ ثقہ اور غیر ثقہ دونوں طرح کے ہوں تو ان میں لامحالہ امتیاز کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔

امتیاز کا طریقہ:- اسباب امتیاز چار ہیں (۱) نسب (باپ دادا وغیرہ) (۲) نسبت (قبیلہ پیشہ وغیرہ) (۳) لقب (۴) کنیت وغیرہ ان اسباب اربعہ میں سے کسی ذریعہ سے امتیاز ہو سکتا ہو تو ان کے ذریعہ امتیاز کیا جائیگا۔ ممکن نہ ہو تو پھر راوی کو جس شیخ کے ساتھ خصوصیت ہوگی اس سے روایت سمجھی جائیگی اگر خصوصیت بھی سب کے ساتھ یکساں ہو تو پھر قرائن اور ظن غالب سے امتیاز کیا جائیگا۔

وَإِنْ جَحَدَ الشَّيْخُ مَرْوِيَّهُ جَزْمًا رُدَّ، أَوِ احْتِمَالًا قُبِلَ، فِي الْأَصَحِّ؛ وَفِيهِ: «مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ»

ترجمہ:۔ اور اگر شیخ اپنی روایت کردہ حدیث کا انکار کردے، یقین کے ساتھ تو وہ رد کردی جائے گی یا (انکار کرے) احتمال کے ساتھ تو قبول کی جائے گی، اصح قول میں، اور اس میں (کتاب) مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ (جس نے حدیث بیان کی پھر بھول گیا) تصنیف کی گئی ہے۔

روایت کردہ حدیث کا انکار:۔ راوی کا کسی حدیث کے متعلق انکار کہ میں نے یہ حدیث بیان نہیں کی ہے، دو طرح کا ہوتا ہے، جزم ویقین کے ساتھ اور شک واحتمال کے ساتھ۔

جزماً انکار:۔ یہ ہے کہ ایک حدیث جس شیخ سے روایت کی جارہی ہے وہ شیخ اُس سے یقینی طور پر منکر ہے مثلاً کہتا ہے کہ: "یہ مجھ پر جھوٹ ہے" یا یہ کہتا ہے کہ: "میں نے یہ روایت بیان نہیں کی" ایسی صورت میں وہ حدیث قابلِ عمل نہیں ہوگی، کیونکہ استاذ اور شاگرد میں سے لاعلی التعیین ایک بالیقین جھوٹا ہے اور جھوٹے کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔

احتمالی انکار:۔ یہ ہے کہ شیخ کہے: "مجھے یہ حدیث یاد نہیں ہے" یا کہے کہ: "میں یہ حدیث نہیں جانتا" ایسی صورت میں اصح مذہب یہ ہے کہ حدیث مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو۔ کیونکہ جب راوی ثقہ ہے تو قوی احتمال یہی ہے کہ شیخ نے بالیقین روایت بیان کی ہوگی مگر وہ بھول گئے ہوں گے۔

فائدہ:۔ امام دار قطنی رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ" اس کتاب میں اُن تمام شیوخ کو جمع کیا ہے جو کوئی حدیث بیان کرکے بھول گئے ہیں۔

وَإِنِ اتَّفَقَ الرُّوَاةُ فِي صِيَغِ الْأَدَاءِ، أَوْ غَيْرِهَا مِنَ الْحَالَاتِ، فَهُوَ الْمُسَلْسَلُ"

ترجمہ: اور اگر راوی متفق ہوں ادا (بیان حدیث) کے الفاظ میں، یا اس کے علاوہ دیگر احوال میں تو وہ "مسلسل" ہے۔

حدیث مُسَلْسَلْ: وہ ہے جس کو سلسلۂ سند کے تمام رُوات ایک ہی صیغہ و لفظ کے ساتھ بیان کریں، یا بیان کرتے وقت سب کی حالتِ قولیہ و فعلیہ ایک ہو، یا صرف حالتِ قولیہ، یا صرف حالتِ فعلیہ ایک ہو۔

وحدتِ صیغہ کی مثال: یہ ہے کہ ہر ایک راوی ابتدائے سند سے آخر تک حَدَّثَنَا یا سَمِعْتُ یا قَالَ وغیرہ کہے۔

وحدتِ قولیہ و فعلیہ کی مثال: حضرت انس رضی اللہ عنہ مرفوعًا روایت کرتے ہیں کہ لَا يَجِدُ الْعَبْدُ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ، خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ، حُلْوِهٖ وَمُرِّهٖ قَالَ انس: وَقَبَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ، وَقَالَ: "آمَنْتُ بِالْقَدْرِ" (ترجمہ: بندہ ایمان کی شیرینی محسوس نہیں کرتا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے، بھلی تقدیر پر بھی اور بری (نقصان رساں) تقدیر پر بھی، میٹھی پر بھی اور کڑوی پر بھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (یہ ارشاد فرماکر) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ڈاڑھی پکڑی اور فرمایا کہ "میں تقدیر پر ایمان لایا") یہ حدیث روایت کرتے وقت ہر ایک راوی اپنی ڈاڑھی پکڑ کر آمَنْتُ بِالْقَدْرِ کہا کرتا تھا

وحدتِ قولیہ کی مثال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اِنِّیْ اُحِبُّكَ فَقُلْ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ: "اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (ترجمہ: مجھے تم سے محبت ہے پس تم ہر نماز کے بعد اللّٰہم اعنی الخ کہا کرو یعنی اے اللہ! میری مدد فرما اپنے ذکر میں اور شکر میں اور بہترین عبادت کرنے میں) اس حدیث کو روایت کرتے وقت ہر ایک راوی اسی طرح اپنے شاگرد سے کہا کرتا تھا کہ اِنِّیْ اُحِبُّكَ فَقُلْ الخ

وحدتِ فعلیہ کی مثال:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ، شَبَّكَ بِيَدِي ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم وقال: خَلَقَ اللّٰهُ الْأَرْضَ يوم السَّبْتِ (ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں میں داخل فرما کر ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے زمین بار کے روز پیدا فرمائی") اس حدیث کو بھی ہر ایک راوی اپنے شاگرد کے ہاتھ میں تشبیک کرکے بیان کیا کرتا تھا

> وَصِيَغُ الْأَدَاءِ: سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِي، ثُمَّ أَخْبَرَنِي وَقَرَأْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُرِئَ عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ ثُمَّ أَنْبَأَنِي، ثُمَّ نَاوَلَنِي، ثُمَّ شَافَهَنِي، ثُمَّ كَتَبَ إِلَيَّ، ثُمَّ عَنْ وَنَحْوُهَا. فَالْأَوَّلَانِ: لِمَنْ سَمِعَ وحدَهُ من لفظ الشيخ، فَإِنْ جَمَعَ فَمَعَ غَيْرِهِ، وَأَوَّلُهَا: أَصْرَحُهَا وَأَرْفَعُهَا، فِي الْإِمْلَاءِ. وَالثَّالِثُ وَالرَّابِعُ: لِمَنْ قَرَأَ بِنَفْسِهِ، فَإِنْ جَمَعَ فَهُوَ كَالْخَامِسِ. وَالْإِنْبَاءُ بِمَعْنَى الْإِخْبَارِ، إِلَّا فِي عُرْفِ الْمُتَأَخِّرِينَ فهو لِلْإِجَازَةِ، كَعَنْ. وَعَنْعَنَةُ الْمُعَاصِرِ مَحْمُولَةٌ عَلَى السماع، إِلَّا من مُدَلِّسٍ، وقِيلَ: يُشْتَرَطُ ثُبُوتُ لِقَائِهِمَا، وَلَوْ مَرَّةً، وهو الْمُخْتَارُ. وَأَطْلَقُوا الْمُشَافَهَةَ فِي الْإِجَازَةِ الْمُتَلَفَّظِ بِهَا، وَالْمُكَاتَبَةَ فِي الْإِجَازَةِ الْمَكْتُوبِ بها. وَاشْتَرَطُوا فِي صِحَّةِ الْمُنَاوَلَةِ اقْتِرَانَهَا بِالْإِذْنِ بِالرِّوَايَةِ؛ وَهِيَ أَرْفَعُ أَنْوَاعِ الْإِجَازَةِ، وَكَذَا اشْتَرَطُوا الْإِذْنَ فِي الْوِجَادَةِ، وَالْوَصِيَّةِ بِالْكِتَابِ، وَفِي الْإِعْلَامِ، وَإِلَّا فَلَا عِبْرَةَ بِذَلِكَ، كَالْإِجَازَةِ الْعَامَّةِ، وَلِلْمَجْهُولِ، وَلِلْمَعْدُومِ، عَلَى الْأَصَحِّ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ۔

ترجمہ:- اور حدیث بیان کرنے کے الفاظ سَمِعْتُ (سنا میں نے) اور حَدَّثَنِي (اُس نے مجھ سے بیان کیا) ہیں پھر أَخْبَرَنِي (اُس نے مجھے تبلایا)، اور قَرَأْتُ عَلَيْهِ (میں نے اُس کے سامنے پڑھا) ہیں، پھر قُرِئَ عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ (اس کے سامنے پڑھی گئی درانحالیکہ میں سن رہا تھا) ہے، پھر أَنْبَأَنِي (اس نے مجھے خبر دی) ہے

پھر نَاوَلَنِیْ (اس نے مجھے کتاب یا حدیث لکھ کر دی ہے)، پھر شَافَھَنِیْ (اس نے مجھے منہ در منہ بتائی) ہے، پھر کَتَبَ اِلَیَّ (اس نے مجھے لکھ بھیجی) ہے، پھر عَنْ (سے) اور اس کے مانند کلمات ہیں ——— پس پہلے دو لفظ (سَمِعْتُ اور حدثنی) اس شخص کے لئے ہیں جو تنہا استاذ کے منہ سے حدیث سنے، پھر اگر وہ صیغۂ جمع لائے (اور کہے کہ سَمِعْنَا یا حَدَّثَنَا) تو وہ دوسروں کے ساتھ (سننا) ہے ——— اور سب سے پہلا لفظ (سَمِعْتُ) واضح ترین اور برترین لفظ ہے، لکھنے کی صورت میں ——— اور سوم اور چہارم (یعنی اخبرنی اور قرأتُ علیه) اس شخص کے لئے ہیں جو (استاذ کے سامنے) خود حدیث پڑھے۔ پس اگر وہ صیغۂ جمع لائے (اور کہے کہ اَخْبَرَنَا یا قَرَأْنَا عَلَیْهِ) تو وہ پانچویں لفظ (قُرِئَ عَلَیْهِ وَاَنَا اَسْمَعُ) کی طرح ہیں۔ اور انبار بمعنیٰ اخبار ہے، مگر متاخرین کی اصطلاح میں اجازت کے لئے ہے، جیسے عَنْ ——— اور ہم عصر کا عَنْعَنَهٗ (لفظ عَنْ سے روایت کرنا) سماع (سننے) پر محمول ہے مگر تدلیس کرنے والے کا عنعنہ مستثنیٰ ہے اور بعض لوگوں نے دونوں (ہمعصروں) کی ملاقات کی شرط لگائی ہے، اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو اور یہی پسندیدہ قول ہے ——— اور محدثین مُشَافَھَة کا لفظ اُس اجازت کیلئے بولتے ہیں جو زبانی دی گئی ہو اور مُکَاتَبَة کا لفظ اُس اجازت کے لئے بولتے ہیں جو لکھ کر دی گئی ہو ——— اور محدثین نے مُنَاوَلَه کے صحیح ہونے کے لئے شرط لگائی ہے کہ کتاب دینے کے ساتھ روایت کرنے کی اجازت بھی دی ہو۔ اور مناولہ اجازت کی بلند ترین قسم ہے ——— اور اسی طرح محدثین نے وِجَادَة میں اور کتاب کی وصیت میں اور اِعْلَام (بتلانے) میں بھی اجازت کی شرط لگائی ہے، ورنہ (بے اجازت) ان کا کچھ اعتبار نہیں ہے جس طرح عام اجازت اور مجہول کے لئے اجازت اور معدوم کے لئے اجازت بے معنیٰ ہے صحیح ترین قول کے اعتبار سے تینوں میں۔

حدیث شریف بیان کرنے کے لئے الفاظ

حدیث شریف بیان کرنے کے لئے الفاظ بہت ہیں، مصنف علیہ الرحمہ نے ان کو آٹھ مراتب میں اس طرح تقسیم کیا ہے نمبر۱ سَمِعْتُ اور حَدَّثَنِی نمبر۲ اخبرنی اور قرأتُ علیه نمبر۳ قُرِئَ علیه وانا اسمع نمبر۴ اَنْبَأَنِی نمبر۵ ناولنی نمبر۶

شافہنی منبر کتب الیّ فلان اور نمبر عن، قال، ذکر، روی وغیرہ

سَمِعْتُ یا حدثنی:۔ بصیغہ واحد اُس وقت بولے جاتے ہیں جب شاگرد نے تنہا شیخ سے وہ حدیث سنی ہو۔

سَمِعْنا یا حدثنا:۔ بصیغہ جمع اُس وقت بولے جاتے ہیں جب شاگرد نے ساتھیوں کے ساتھ شیخ سے وہ حدیث سُنی ہو (جمع کے یہ صیغے کبھی تنہا سننے کی صورت میں بھی بولے جاتے ہیں)

تَنبیہ:۔ آج کل کی مروجہ صورت کہ تلمیذ پڑھتا ہے اور شیخ سنتا ہے زمانۂ سابق میں نادر و کمیاب تھی بلکہ صورت یہ تھی کہ شیخ حدیث پڑھتا تھا اور تلامذہ سنتے تھے اور پھر اُسی طرح روایت کرتے تھے۔

سَمِعْتُ کا مرتبہ: سَمِعْتُ تمام کلماتِ ادا میں فائق ہے۔ اس لئے کہ اس صیغہ سے صراحۃً خود سُننا ثابت ہوتا ہے، پھر سننے کے ساتھ ہی ساتھ اگر تلمیذ، استاذ سے سنے ہوئے الفاظ لکھ بھی لے تو یہ سماعِ حدیث کا سب سے اونچا درجہ ہے۔

اَخبرنی اور قرأتُ علیہ:۔ بصیغہ واحد اس وقت بولے جاتے ہیں، جب شاگرد نے تنہا شیخ کے سامنے وہ حدیث پڑھی ہو۔

اَخبرنا اور قرأنا علیہ:۔ (بصیغہ جمع) اور قُرِئَ علیہ وانا اسمع اُس وقت بولے جاتے ہیں، جب شاگرد نے ساتھیوں کے ساتھ شیخ کے سامنے وہ حدیث پڑھی ہو۔

اِنْبَار:۔ متقدمین کے نزدیک اِخْبَار (خبر دینا) کے ہم معنیٰ ہے پس اخبرنی اور اخبرنا کی جگہ پر انبانی اور انبانا بھی استعمال کرسکتے ہیں مگر متاخرین کی اصطلاح میں عَن کی طرح اجازت کے لئے ہے (اس لئے اس کو مستقل مرتبۂ رابعہ میں شمار کیا ہے)

عَنْعَنہ اور حدیثِ مُعَنْعَن:۔ لفظ عَنْ سے روایت کرنے کا نام عَنعنہ ہے اور جو حدیث بصیغہ عَنْ روایت کی جاتی ہے اس کو معنعن کہتے ہیں جیسے فلانٌ عن فلانٍ الخ

عَنْعَنہ کا حکم:۔ عَنعنہ دو شرطوں کے ساتھ سماع پر محمول کیا جاتا ہے (۱) راوی اور مروی عنہ میں معاصرت ہو یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو (۲) راوی مدلس نہ ہو ـــــ البتہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ایک تیسری شرط لِقَاءُ

(ملاقات ہونا) بھی ہے یعنی وہ معاصرت کے ساتھ راوی اور مروی عنہ کی باہمی ملاقات کو بھی شرط کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک عنعنہ سماع پر اُسی وقت محمول ہوگا جب کم از کم ایک بار راوی اور مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو۔ مصنف رحمہ اللہ نے اُسی کو پسندیدہ مذہب کہا ہے مگر امام مسلم رحمہ اللہ نے مقدمہ مسلم شریف میں اس پر نہایت سخت ردّ کیا ہے۔ تطبیق کی ایک صورت یہ نکالی گئی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ شرط صرف صحیح بخاری میں حدیث لینے کے لئے ہے فی نفسہٖ حدیث کی صحت کے لئے اور سند کے اتصال کے لئے اُن کے نزدیک بھی یہ شرط نہیں ہے۔

فائدہ:۔ قَالَ اور ذَکَرَ کے بعد اگر لِیْ یا لَنَا آئے تو سماع پر دلالت ہوگی، مگر اُس سماع پر جو مذاکرہ (باہمی گفتگو) کے طور پر ہو، نہ کہ اُس سماع پر جو تحدیث (بیانِ حدیث) کے طور پر ہو یعنی اِس وقت یہ الفاظ اجازت کے لئے نہیں ہوں گے۔

اجَازَتْ:۔ یہ ہے کہ شیخ اپنی سند سے روایت کرنے کی کسی کو اجازت دیدے، خواہ اُس سے راوی نے وہ حدیث سنی ہو یا نہ سنی ہو۔

مُشَافَہَہْ:۔ لغت میں منہ در منہ گفتگو کرنے کو کہتے ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں اُس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ اپنی زبان سے روایت کرنے کی اجازت دے۔

مُکَاتَبَہ:۔ متأخرین کی اصطلاح میں یہ ہے کہ شیخ کسی کو اپنی سند سے روایت کرنے کی تحریری اجازت دے اور متقدمین کے نزدیک مکاتبہ یہ ہے کہ شیخ حدیث لکھکر تلمیذ کو بھیجا دے، خواہ روایت کی اجازت دے یا نہ دے۔

مُنَاوَلَہ:۔ یہ ہے کہ شیخ اپنی اصل کتاب یا اس کی نقل تلمیذ کو دیدے یا تلمیذ شیخ کی کتاب نقل کرکے شیخ کے روبرو پیش کرے اور دونوں صورتوں میں شیخ کہے کہ: "میں اس کتاب کو فلاں سے روایت کرتا ہوں اور میں تمہیں اپنی سند سے اس کو روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں" (اجازت کی یہ صورت سب سے ارفع و اعلیٰ ہے)

نوٹ:۔ تلمیذ کا اصل کتاب پر یا اس کی نقل پر قبضہ بھی ہونا چاہیئے تاکہ وہ اس سے نقل کرکے مقابلہ کرسکے۔

وِجَادَتْ:۔ یہ ہے کہ کوئی حدیث لکھی ہوئی مل جائے اور طرز تحریر سے یا دستخط سے یا شہادت وغیرہ سے یقین ہوجائے کہ یہ فلاں کی تحریر ہے۔

وِجَادَتْ کے ذریعہ روایت:۔ اُس وقت جائز ہے جبکہ صاحبِ تحریر نے اس کی روایت

کی اجازت بھی دی ہو۔ اجازت کی صورت میں لفظ اَخْبَرنی سے روایت کر سکتا ہے۔ اور اجازت نہ ہونے کی صورت میں یہ کہکر روایت کر سکتا ہے کہ: فلاں کے قلم سے لکھی ہوئی تحریر میں یوں ہے "(وَجَدْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ) یا اس کے ہم معنی کوئی اور لفظ کہے الغرض اخبرنی نہیں کہہ سکتا۔

وصیّتِ کتاب:۔ یہ ہے کہ کوئی شیخ مرتے وقت وصیت کر جائے کہ میری لکھی ہوئی کتاب فلاں کو دیدی جائے۔

وَصیّت کے ذریعہ رَوایت:۔ جائز ہے بشرطیکہ مُوصی نے مُوصیٰ لہٗ کو روایت کی اجازت دے رکھی ہو۔

اِعلام:۔ یہ ہے کہ کوئی شیخ کسی تلمیذ کو بتلا دے کہ میں فلاں کتاب کو فلاں محدث سے روایت کرتا ہوں۔

اِعلام کے ذَریعہ رَوایت:۔ بھی جائز ہے بشرطیکہ شیخ نے اُس تلمیذ کو روایت کی اجازت دے رکھی ہو۔

اِجازتِ عَامّہ:۔ یہ ہے کہ کوئی شیخ کہدے کہ: "میں نے اپنی سند سے روایت کرنے کی فلاں جماعت کو یا تمام مسلمانوں کو اجازت دیدی"۔

اِجَازتُ للمجہُول:۔ یہ ہے کہ شیخ کسی نامعلوم شخص کو روایت کی اجازت دیدے مثلاً کہے کہ: "میں نے ایک طالب علم کو یا ثقہ کو روایت کی اجازت دی"، یا کسی مُسمّیٰ کو اجازت دے مگر وہ مُسمّیٰ اپنے ہم ناموں کے ساتھ اشتباہ کی وجہ سے غیر معلوم ہو جائے مثلاً کہے کہ: "میں نے محمد کو اجازت دی" درانحالیکہ محمد نامی کئی آدمی ہوں۔

اجَازتُ بالمجہُول:۔ یہ ہے کہ شیخ کسی کو غیر معلوم حدیث کی روایت کرنیکی اجازت دے مثلاً کہے کہ: "میں نے تم کو حدیث کی کتاب کی یا اپنی بعض مسموعات کے روایت کرنے کی اجازت دی" اور وہ کتاب اور وہ بعض مسموعات کسی طرح بھی معلوم اور متعین نہ ہو سکتے ہوں۔

اِجازتُ للمعْدوم:۔ یہ ہے کہ شیخ کسی غیر موجود شخص کو روایت کی اجازت دے مثلاً کہے کہ: "میں نے فلاں بچّہ کو جو پیدا ہوگا روایت کی اجازت دی"

اخیری چار صورتوں میں رَوایت:۔ اصح مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں یعنی اجازتِ عامّہ،

اجازت للمجہول، اجازت بالمجہول، اور اجازت للمعدوم میں سے کسی صورت میں بھی روایت کرنا جائز نہیں۔

ثُمَّ الرُّوَاةُ إِنِ اتَّفَقَتْ أَسْمَاؤُهُمْ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ فَصَاعِدًا وَاخْتَلَفَتْ أَشْخَاصُهُمْ فَهُوَ الْمُتَّفِقُ وَالْمُفْتَرِقُ؛ وَإِنِ اتَّفَقَتِ الْأَسْمَاءُ خَطًّا، وَاخْتَلَفَتْ نُطْقًا فهو الْمُؤْتَلِفُ وَالْمُخْتَلِفُ؛ وَإِنِ اتَّفَقَتِ الْأَسْمَاءُ، وَاخْتَلَفَتِ الْآبَاءُ، أَوْ بِالْعَكْسِ، فَهُوَ الْمُتَشَابِهُ، وكذا إِنْ وَقَعَ ذٰلِكَ الِاتِّفَاقُ فِي الِاسْمِ، واسمِ الأب، وَالِاخْتِلَافُ فِي النِّسْبَةِ. وَيَتَرَكَّبُ مِنْهُ، وَمِمَّا قَبْلَهُ أَنْوَاعٌ، منها: أَنْ يَحْصُلَ الِاتِّفَاقُ أَوِ الِاشْتِبَاهُ، إِلَّا فِي حرفٍ او حرفين، او بالتقديم والتأخير أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ۔

ترجمہ:۔ پھر راوی، اگر متفق ہوں اُن کے نام، اور ان کے والد کے نام یا اوپر بھی، (اتفاق ہو مثلاً دادا کے نام میں) اور مختلف ہوں ان کی شخصیتیں تو وہ "متفق و مفترق" ہیں ——— اور اگر متفق ہوں راویوں کے نام لکھنے میں، اور مختلف ہوں بولنے میں تو وہ "موتلف و مختلف" ہیں ——— اور اگر راویوں کے نام تو متفق ہوں مگر اُن کے والد کے نام مختلف ہوں یا اس کا برعکس ہو تو وہ "متشابہ" ہیں ——— اور اسی طرح ہے اگر پایا جائے یہ اتفاق راویوں اور ان کے آبا کے ناموں میں مگر اُن کی نسبت میں اختلاف ہو ——— اور متشابہ اور اس سے پہلے والی قسموں سے ملکر کئی قسمیں بنتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اتفاق یا اشتباہ پایا جاتا ہو، مگر ایک یا دو حرفوں میں (نہ پایا جاتا ہو) یا تقدیم و تاخیر کی وجہ سے یا اسی طرح کی کسی اور بات کی وجہ سے (اشتباہ پیدا ہو گیا ہو)

ہم نامی کی وجہ سے رُوات میں اشتباہ اور اسکی قسمیں:۔ کبھی رواۃ میں ہم نام ہونے کی وجہ سے اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار سے رُوات کی تین قسمیں ہیں (۱) متفق و مفترق ———

(۲) مُؤتَلِف و مختلف اور (۳) متشابہ

مُتَّفِق و مُفتَرِق:- وہ راوی ہیں جن کے نام مع ولدیت کے لکھنے میں بھی اور بولنے میں بھی یکساں ہوں اور ان کی شخصیتیں علٰحدہ علٰحدہ ہوں۔ ایسے رواۃ کو نام یکساں ہونے کی وجہ سے مُتَّفِق اور ذوات مختلف ہونے کی وجہ سے مُفتَرِق کہا جاتا ہے۔ پھر اس کی کئی صورتیں ہیں (۱) رُواۃ کے نام مع ولدیت کے یکساں ہوں جیسے خلیل بن احمد نام کے چھے راوی ہیں (۲) دادا تک نام یکساں ہوں جیسے احمد بن جعفر بن حمدان نام کے ایک ہی طبقہ میں چار حضرات ہیں (۳) کنیت اور نسبت یکساں ہو جیسے ابو عمران جونی نام کے دو شخص ہیں (۴) رُواۃ کے نام مع ولدیت اور نسبت کے یکساں ہوں جیسے محمد بن عبداللہ انصاری نامی دو راوی ہیں (۵) کنیت اور ولدیت یکساں ہو جیسے ابوبکر بن عیاش نام کے تین راوی ہیں۔

مُؤتَلِف و مُختَلِف:- وہ راوی ہیں جن کے نام لکھنے میں تو یکساں ہوں مگر تلفظ میں مختلف ہوں جیسے عَقِیل (بفتح العین وکسر القاف) اور عُقَیل (بضم العین وفتح القاف) ایسے رُواۃ کو بلحاظِ کتابت مؤتلِف (یعنی متفق) اور بلحاظ تلفظ مختلف کہا جاتا ہے۔

مُتَشَابِہ:- وہ ہمنام راوی ہیں۔ جن کی ولدیت تلفظ میں مختلف اور کتابت میں متفق ہو جیسے محمد بن عَقِیل (نیشاپوری) اور محمد بن عُقَیل (فِریابی) ـــــ یا اس کا برعکس ہو یعنی رُواۃ کے نام تلفظ میں مختلف اور کتابت میں یکساں ہوں اور ولدیت بالکل یکساں ہو جیسے شُریح بن النعمان (تابعی) اور سُریج بن النعمان (استاذ امام بخاریؒ) ـــــ یا رُواۃ کے نام مع ولدیت کے بالکل یکساں ہوں اور نسبت تلفظ میں مختلف اور کتابت میں متفق ہو جیسے محمد بن عبداللہ مُخَرِّمی (استاذ امام بخاری وابوداؤد ونسائی رحمہم اللہ) اور محمد بن عبداللہ مَخزُومی (تلمیذ امام شافعیؒ)

تَنبِیہ:- متشابہ سابقہ دونوں قسموں (متفق و مفترق اور مؤتلف و مختلف) سے مل کر وجود میں آتی ہے کیونکہ متشابہ میں بعض نام خطاً ونطقاً یکساں ہوتے ہیں پس وہ متفق و مفترق ہیں اور بعض نام خطاً تو یکساں ہوتے ہیں مگر نطقاً مختلف ہوتے ہیں پس وہ مؤتلف و مختلف ہیں مثلاً محمد بن عَقِیل اور محمد بن عُقَیل متشابہ ہیں ان میں محمد محمد متفق و مفترق ہیں (یعنی نام یکساں اور ذوات مختلف ہیں) اور عُقیل اور

عُقیل مؤتلف و مختلف ہیں۔

مزید اقسام:- متشابہ، ماسبق اقسام (متفق و مفترق اور مؤتلف و مختلف) سے مل کر کئی قسمیں بنتی ہے، مثلاً:

(۱) راوی کے نام میں، یا ولدیت میں، یا دادا میں، یا نسبت میں، یا کنیت میں تو اتفاق یا اشتباہ ہو مگر ایک دو حروف میں اتفاق و اشتباہ نہیں رہا۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں (الف) حروف کی تعداد یکساں ہوتے ہوئے ایک دو حروف کے بدل جانے سے اتفاق یا اشتباہ نہ رہا ہو۔ جیسے احمد بن الحسین اور اُخَیدُ بن الحسین اسی طرح جعفر بن میسرۃ اور حفص بن میسرہ۔ اسی طرح محمد بن سنان اور محمد بن سیار اسی طرح محمد بن حُنین اور محمد بن جبیر اسی طرح مطرف بن واصل اور معرف بن واصل (ب) یا حروف اور ان کی تعداد دونوں کے بدل جانے کی وجہ سے اتفاق یا اشتباہ نہ رہا ہو جیسے عبداللہ بن زید اور عبداللہ بن یزید اسی طرح عبداللہ بن نُجَیّ اور عبداللہ بن یحیٰ

(۲) رُوات کے نام تو لکھنے اور بولنے میں یکساں ہوں مگر اختلاف یا اشتباہ تقدیم و تاخیر کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو اس کی بھی پھر دو صورتیں ہیں (الف) دونوں ناموں میں ایک ساتھ تقدیم و تاخیر ہو گئی ہو جیسے اسود بن یزید اور یزید بن الاسود (ب) یا ایک نام کے بعض حروف میں دوسرے متشابہ نام کے اعتبار سے تقدیم و تاخیر ہوئی ہو جیسے ایوب بن سَیّار اور ایوب بن یسار۔

خاتمہ

وَمِنَ الْمُهِمِّ: مَعْرِفَةُ طَبَقَاتِ الرُّوَاةِ، وَمَوَالِيْدِهِمْ، وَوَفِيَاتِهِمْ، وَبُلْدَانِهِمْ، وَأَحْوَالِهِمْ، تَعْدِيْلاً وَتَجْرِيْحًا وَجَهَالَةً.

ترجمہ:- خاتمہ، اور اہم امور میں سے ہے رُوات کے طبقات کا، اور اُن کی ولادت و وفات کا اور اُن کے شہروں کا اور اُن کے حالات کا پہچاننا، معتبر اور غیر معتبر ہونے کے اعتبار سے اور مجہول ہونے کے اعتبار سے۔

خاتمہ:- میں اُن امور مہمہ کا تذکرہ ہے جن کا جاننا حدیث شریف کے ایک طالب علم کے لئے

نہایت ضروری ہے۔ فرماتے ہیں کہ رُوات کے متعلق امور ذیل کا معلوم کرنا نہایت ضروری اور اہم ہے۔

طبقاتُ[1]**:-** محدثین کی اصطلاح میں "طبقہ" کہتے ہیں ایسی جماعت کو جو عمر میں یا اساتذہ سے پڑھنے میں شریک ہو۔

طبقاتُ جاننے کے فوائد:- یہ ہیں (۱) تدلیس کا پتہ چل جاتا ہے (۲) عنعنہ سماع پر محمول ہے یا نہیں ؟ اس کا اندازہ ہوجاتا ہے (۳) مشتبہ رُوات میں اختلاط سے حفاظت ہوجاتی ہے۔

تَنبِیہ:- کبھی ایک ہی راوی کو دو اعتباروں سے دو طبقوں میں شمار کرلیا جاتا ہے مثلاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی ہونے کے اعتبار سے عَشرہ مُبَشّرہ کے طبقہ میں شمار کئے جاتے ہیں اور عمر میں چھوٹے ہونے کی وجہ سے "صغار صحابہ" کے طبقہ میں بھی شمار کئے جاتے ہیں۔ اس طرح ہم عمر رُوات کے طبقات بھی عوارض کی وجہ سے مختلف ہوجاتے ہیں۔

بارہ[12] **طبقاتُ:-** صاحب نخبہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تقریبُ التہذیبُ کے شروع میں صحاح ستہ کے رُوات کے بارہ طبقات متعین کئے ہیں اور یہ حافظ صاحب کی خاص اصطلاح ہے تقریب میں اسی کا حوالہ دیتے ہیں۔ وہ طبقات درج ذیل ہیں۔

---

[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی "تقریب" میں ایک خاص اصطلاح ہے، جس سے واقف رہنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ حافظ صاحب جب احوال روات بیان کرتے ہوئے راوی کا سنِ وفات ذکر کرتے ہیں تو سیکڑہ حذف کردیتے ہیں صرف دہائی اور اکائی ذکر کرتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں شروع کتاب میں ضابطہ یہ بیان کیا ہے کہ طبقہ اولیٰ اور ثانیہ کے تمام رواۃ کی وفات پہلی صدی میں ہوئی ہے اس لئے ان کے سنِ وفات میں کچھ محذوف نہ ہوگا اور طبقہ ثالثہ سے طبقہ ثامنہ تک کے تمام رُوات کی وفات پہلی صدی کے بعد اور دوسری صدی ختم ہونے سے پہلے ہوئی ہے اسلئے ان کے سنہ وفات میں مأۃ (ایک سیکڑہ) محذوف رہے گا اور طبقہ تاسعہ سے آخر تک کے روات کی وفات تیسری صدی میں ہوئی ہے اس لئے وہاں (مأتین) ہر جگہ محذوف رہے گا مثلاً امام احمد بن حنبل کے حالات میں تقریب میں ہے کہ احمد بن محمد بن حنبل ...... احد الائمۃ، ثقۃ حافظ، وھو رأس الطبقۃ العاشرۃ مات سنۃ احدی واربعین، ولہ سبع وسبعون سنۃ اھ. چونکہ امام احمد طبقہ عاشرہ کے ہیں اسلئے مات سنۃ احدی واربعین کا مطلب ہوگا مات سنۃ احدی واربعین ومأتین یعنی ۲۴۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی ۱۲

طبقۂ اولیٰ:۔ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طبقہ

طبقۂ ثانیہ:۔ کبار تابعین کا طبقہ جیسے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ (مخضرمین[1] اسی طبقہ میں شمار کئے گئے ہیں)

طبقۂ ثالثہ:۔ تابعین کا درمیانی طبقہ جیسے حضرت حسن بصری اور محمد بن سیرین رحمہما اللہ۔

طبقۂ رابعہ:۔ تابعین کے طبقۂ وسطیٰ سے ملا ہوا طبقہ، جن کی اکثر روایات کبار تابعین سے ہیں جیسے امام زہری اور قتادہ رحمہما اللہ

طبقۂ خامسہ:۔ تابعین کا طبقۂ صغریٰ جنھوں نے ایک دو ہی صحابہ کو دیکھا ہے اور بعض کا تو صحابہ سے سماع بھی ثابت نہیں ہے جیسے امام[2] اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام سلیمان الاعمش رحمہ اللہ۔

طبقۂ سادسہ:۔ طبقۂ خامسہ کا معاصر طبقہ مگر کسی صحابی سے اُن کی ملاقات نہیں[3] ہوئی۔ جیسے ابن جریج رحمہ اللہ۔

طبقۂ سابعہ:۔ کبار تبع تابعین کا طبقہ جیسے امام مالک، امام ثوری رحمہما اللہ۔

طبقۂ ثامنہ:۔ تبع تابعین کا درمیانی طبقہ جیسے سفیان بن عیینہ اور اسماعیل بن عُلَیَّہ رحمہما اللہ

طبقۂ تاسعہ:۔ تبع تابعین کا طبقۂ صغریٰ جیسے یزید بن ہارون، امام شافعی، ابوداؤد طیالسی اور عبدالرزاق صنعانی رحمہم اللہ

طبقۂ عاشرہ:۔ تبع تابعین سے روایت کرنے والے بعد کے طبقہ کے اکابر، جن کی کسی بھی تابعی سے ملاقات نہیں ہو سکی جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ۔

---

[1] مخضرمین وہ حضرات ہیں جنھوں نے اسلام اور جاہلیت کا دونوں زمانہ پایا، لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات و زیارت سے مشرف نہ ہو سکے، خواہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسلمان ہوگئے ہوں یا بعد میں مسلمان ہوئے ہوں سب مخضرمین کہلاتے ہیں اور ان کا شمار کبار تابعین میں ہے ۱۲

[2] یہ مثال ہم نے بڑھائی ہے کیونکہ امام اعظم کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور اُس وقت متعدد صحابہ بقید حیات تھے۔ جن سے امام اعظم کی ملاقات بھی ہوئی ہے اور اُن سے روایت بھی کی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو امام اعظم کا دیکھنا نہایت قطعی دلائل سے ثابت ہے اور تقریباً بیس اکابر علماء نے اس کو تسلیم کیا ہے تفصیل کے لئے دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث ص۳۰۸ تحقیق شیخ ابو غدہ حلبی مدظلہٗ)

[3] اس لئے وہ تابعی تو نہیں ہیں مگر کبار تبع تابعین کے طبقہ سے بھی ان کا رتبہ اونچا ہے۔ اسلئے ان کا الگ طبقہ شمار کیا ہے ۱۲۔

طبقہ حادیۃ عشرۃ[11]: تبع تابعین سے روایت کرنے والا بعد کے طبقہ کا طبقہ وسطی جیسے امام بخاری، امام ذھلی رحمہا اللہ۔

طبقہ ثانیۃ عشرۃ[12]: تبع تابعین سے روایت کرنے والا بعد کے طبقہ کا طبقہ صغریٰ جیسے امام ترمذی وغیرہ۔

رُواۃ کی پیدائش و وفات[2]: کی تاریخوں کا جاننا بھی ضروری ہے تاکہ اگر کوئی راوی کسی شیخ سے لقاء کا جھوٹا دعویٰ کرے تو پتہ چل سکے۔

رُواۃ کے شہر اور وطن[3]: کا جاننا بھی ضروری ہے، تاکہ جو رُواۃ ہم نام ہیں۔ ان میں نسبت سے فرق کیا جا سکے۔

احوالِ رُواۃ[4]: کا جاننا تو سب سے زیادہ ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون راوی عادل ہے اور کون غیر عادل، کون ثقہ ہے اور کون مجروح، کون معروف ہے اور کون مجہول؟ کیونکہ احادیث کے بارے میں ہر فیصلہ رُواۃ کے احوال پر موقوف ہے۔

> وَمَرَاتِبُ الْجَرْحِ؛ وَأَسْوَؤُهَا: الْوَصْفُ بِأَفْعَلَ، كَأَكْذَبِ النَّاسِ، ثُمَّ دَجَّالٌ، أَوْ وَضَّاعٌ، أَوْ كَذَّابٌ؛ وَأَسْهَلُهَا: "لَيِّنٌ"، أَوْ: "سَيِّئُ الْحِفْظِ" أَوْ: "فِيهِ مَقَالٌ"

ترجمہ:- اور (اہم امور میں سے ہے) جرح کے مراتب کا جاننا۔ اور جرح کا بدترین مرتبہ اَفْعَل (اسم تفضیل) کے ساتھ متصف کرنا ہے جیسے اَكْذَبُ النَّاس (سب سے بڑا جھوٹا) پھر دَجَّال (بڑا مکار) یا وَضَّاع (بہت گھڑنے والا) یا کذّاب (بڑا جھوٹا) ہے اور جرح کا سب سے ہلکا مرتبہ لَيِّنٌ (نرم) یا سَيِّئُ الحفظ (خراب یادداشت والا) یا فِيهِ مَقَالٌ (اس میں کلام) ہے۔

جرح کے مراتب[5]: جاننے بھی ضروری ہیں، کیونکہ جرح ہلکی بھاری ہوتی ہے اور اس سے حدیث کے درجات متفاوت ہو جاتے ہیں۔

بدترین جرح:- یہ ہے کہ ماہر فن حدیث کسی راوی کے متعلق اسم تفضیل کا صیغہ اَكْذَبُ النَّاس استعمال کرے۔

متوسط جرح:- یہ ہے کہ ماہر فن حدیث کسی راوی کے حق میں دجّال یا وضاع یا کذاب استعمال کرے۔

معمولی جرح:- یہ ہے کہ ماہر فن حدیث کسی راوی کے حق میں کہے کہ فُلانٌ لَیِّنٌ (فلاں نرم ہے یعنی روایت کرنے میں محتاط نہیں ہے) یا یہ کہے کہ: خراب یادداشت کا ہے" یا یہ کہے کہ" اس میں کلام ہے"

> وَمَرَاتِبُ التَّعْدِيْلِ؛ وَأَرْفَعُهَا: الْوَصْفُ بِأَفْعَلَ، كَأَوْثَقِ النَّاسِ، ثُمَّ مَا تَأَكَّدَ بِصِفَةٍ اوصِفَتَيْنِ، كَثِقَةٌ ثِقَةٌ، او ثِقَةٌ حَافِظٌ؛ وأَدْنَاهَا: مَا أَشْعَرَ بِالْقُرْبِ مِنْ أَسْهَلِ التَّجْرِيْحِ، كَشَيْخٌ،

تَرجَمَہ: اور (اہم امور میں سے ہے) تعدیل کے مراتب کا جاننا۔ اور تعدیل کا بلند ترین مرتبہ (اَفعَل (اسم تفضیل) کے ساتھ متصف کرنا ہے۔ جیسے اَوْثَقُ النَّاس (سب سے زیادہ معتبر) پھر وہ مرتبہ ہے جو مؤکد کیا گیا ہو ایک صفت سے یا دو صفتوں سے جیسے ثِقَةٌ ثِقَةٌ یا ثِقَةٌ حَافِظٌ اور تعدیل کا معمولی رُتبہ وہ ہے جو سب سے ہلکی جرح سے نزدیکی کی خبر دے، جیسے شَیْخٌ (بمعنیٰ عَالِمٌ)

تعدیل کے مراتب:- جاننے بھی ضروری ہیں کیونکہ تعدیل بھی ہلکی بھاری ہوتی ہے۔ اور اس سے بھی حدیث کے درجات متفاوت ہو جاتے ہیں۔

تعدیل کا اعلیٰ مرتبہ:- یہ ہے کہ نقّاد فن کسی راوی کے حق میں اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کریں مثلاً کہیں کہ: "فلانٌ اَوْثَقُ النّاس۔ (فلاں راوی سب سے زیادہ معتبر ہے)

متوسط تعدیل:- وہ ہے جو ایک صفت یا دو صفتوں سے مؤکد ہو جیسے فلانٌ ثِقَةٌ ثِقَةٌ یا فلانٌ ثَبْتٌ ثَبْتٌ یا ثِقَةٌ حَافِظٌ۔

معمولی تعدیل:- یہ ہے کہ اُس سے راوی کا جرح کے ادنیٰ مرتبہ سے قریب ہونا معلوم ہوتا ہو جیسے فلانٌ شَیْخٌ (فلاں عالم حدیث ہے) یا یُرْوٰی حَدِیْثُهٗ (اس کی حدیثیں روایت کی جا سکتی ہیں) یا یُعْتَبَرُ بِهٖ (اسکی حدیث متابعت و شواہد کے طور پر لائی جا سکتی ہے)

جرح و تعدیل کے بارہ مراتب

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب کے شروع میں جرح و تعدیل کو ملا کر بارہ مراتب بیان کئے ہیں۔ یہ اگرچہ حافظ صاحب کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں جو انھوں نے تقریب میں استعمال کی ہیں مگر اب عام طور پر یہی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ اس لئے ان کا جاننا بھی ضروری ہے۔

مرتبہ اُولیٰ:- صحابی ہونا، یہ توثیق کا سب سے اعلیٰ رتبہ ہے۔ تمام صحابہ کرام بلا شبہ عادل ہیں)

مرتبہ ثانیہ:- میں وہ رُوات ہیں جن کی تعدیل ائمہ جرح و تعدیل نے تاکید کے ساتھ کی ہے، خواہ صیغۂ اسم تفضیل استعمال کیا ہو۔ جیسے اوثق الناس یا کسی صفت مادحہ کو لفظاً مکرر استعمال کیا ہو جیسے ثقۃ ثقۃ یا معنیً مکرر استعمال کیا ہو جیسے ثقۃ حافظ۔

مرتبہ ثالثہ:- میں وہ رُوات ہیں جن کی تعدیل ائمہ نے ایک صفت مادحہ کی ہے۔ جیسے ثقۃٌ یا مُتقنٌ (احادیث کو مضبوط کرنے والا) یا ثَبْتٌ (مضبوط) یا عَدْلٌ (معتبر)

مرتبہ رابعہ:- میں وہ رُوات ہیں جو مرتبۂ ثالثہ سے کچھ کم رتبہ ہیں اُن کے لئے حافظ صاحب نے تقریب میں صَدُوق یا لَا بَأْسَ بِہٖ یا لَیْسَ بِہٖ بَأْسٌ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

مرتبہ خامسہ:- میں وہ رُوات ہیں جو مرتبۂ رابعہ سے کچھ کم رتبہ ہیں۔ اُن کے لئے صَدُوقٌ سَیِّئُ الحفظ یا صَدُوقٌ یَہِمُ یا صَدُوقٌ لَہٗ اَوْہَامٌ یا صَدُوقٌ یُخْطِئُ یا صَدُوقٌ تَغَیَّرَ بِاٰخِرَۃٍ (یا بآخرہ) کے الفاظ استعمال کئے ہیں نیز وہ تمام رُوات بھی اسی رتبہ میں ہیں جن پر کسی بھی بدعقیدگی کا اتہام ہے مثلاً شیعہ ہونا، قدری ہونا، ناصبی ہونا، مرجئی ہونا یا جہمی وغیرہ ہونا۔

مرتبہ سادسہ:- میں وہ رُوات ہیں جن سے بہت ہی کم احادیث مروی ہیں اور ان کے بارے میں کوئی ایسی جرح ثابت نہیں جس کی وجہ سے اُن کی حدیث کو متروک قرار دیا جائے۔ ان کے لئے اگر کوئی متابع ہے تو "مقبول" ورنہ لَیِّنُ الحَدِیْث

کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

مرتبہ سابعہ:۔ میں وہ رُوات ہیں جن سے روایت کرنے والے تو ایک سے زائد تلامذہ ہیں مگر کسی امام نے اُن کی توثیق نہیں کی ان کے لئے مستور یا مجہول الحال کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

مرتبہ ثامنہ:۔ میں وہ رُوات ہیں جن کی قابل اعتبار توثیق نہیں کی گئی البتہ تضعیف کی گئی ہے اگرچہ وہ تضعیف مبہم ہو ان کے لئے ضعیف استعمال کیا ہے

مرتبہ تاسعہ:۔ میں وہ رُوات ہیں جن سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی شاگرد ہے اور کسی امام نے اس کی توثیق نہیں کی۔ ان کے لئے مجہول استعمال کیا ہے۔

مرتبہ عاشرہ:۔ میں وہ رُوات ہیں۔ جن کی کسی نے بھی توثیق نہیں کی اور اُن کی نہایت سخت تضعیف کی گئی ہے۔ اُن کے لئے "متروک" یا "متروک الحدیث" یا "واہی الحدیث" یا "ساقط" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

مرتبہ حادیہ عشرہ:۔ میں وہ رُوات ہیں جو کذب کے ساتھ متہم کئے گئے ہیں بایں وجہ کہ اُن کی روایت شریعت کے قواعد معلومہ کے خلاف ہے یا لوگوں کے ساتھ بات چیت میں اُن کا جھوٹ ثابت ہو چکا ہے۔

مرتبہ ثانیہ عشرہ میں وہ رواۃ ہیں جن کے متعلق کذب اور وضع کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

وَتُقْبَلُ التَّزْكِيَةُ مِنْ عَارِفٍ بِأَسْبَابِهَا، وَلَوْ مِنْ وَاحِدٍ، عَلَى الْأَصَحِّ

ترجمہ اور قبول کی جاتی ہے تعدیل (ستائش) اسباب تعدیل جاننے والے کی طرف سے، اگرچہ تعدیل ایک شخص نے کی ہو، صحیح ترین قول میں۔

دو ضروری مسئلے:۔ سلسلۂ کلام توڑ کر دو ضروری مسئلے بیان کئے جاتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ تعدیل کس کی معتبر ہے؟ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جرح مقدم ہے یا تعدیل؟

تعدیل معتبر:- اس شخص کی تعدیل معتبر قرار دی جاتی ہے جو جرح و تعدیل کے اسباب سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہے اور اصح مذہب یہ ہے کہ صرف ایک ماہر فن کی تعدیل بھی معتبر ہے۔ کچھ حضرات نے عددِ شہادت شرط کیا ہے یعنی کم از کم دو ماہروں کی تعدیل ہو تب معتبر مانتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

> وَالجَرحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ إِنْ صَدَرَ مِنْ عَارِفٍ بِأَسْبَابِهِ، فَاِنْ خَلَا عَنْ تَعْدِيْلٍ قُبِلَ مُجْمَلًا عَلَى الْمُخْتَارِ۔

ترجمہ:- اور جرح مقدم ہے تعدیل پر، اگر صادر ہوئی ہو وہ اسباب جرح کے ماہر کی طرف سے؛ پھر اگر وہ مجروح راوی خالی ہو تعدیل سے تو مجمل جرح بھی قبول کی جائیگی۔ یہی پسندیدہ مذہب ہے۔

جرح مُبَیَّن تعدیل سے مُقدَّم ہے:- جب کسی راوی میں کوئی جرح پائی جائے اور کسی نے اس کی تعدیل بھی کی ہو تو جرح مقدم ہوگی تعدیل پر، بشرطیکہ وہ جرح مُبَیَّن (مدلل و مُوَجَّہ) ہو، مجمل اور مبہم نہ ہو۔ اور اسباب جرح جاننے والے کی طرف سے صادر ہوئی ہو۔

جرح غیر مبین کب معتبر ہے؟ اگر مجروح راوی کی کسی نے تعدیل نہ کی ہو تو مذہب مختار یہ ہے کہ جرح غیر مُبَیَّن بھی معتبر ہوگی (بعض حضرات جرح غیر مبیّن قبول کرنے میں توقف کرتے ہیں)

> **فَصْلٌ:** وَمَعْرِفَةُ كُنَى الْمُسَمَّيْنَ، وَأَسْمَاءِ الْمُكَنَّيْنَ، وَمَنِ اسْمُهُ كُنْيَتُهُ، وَمَنِ اخْتُلِفَ فِي كُنْيَتِهِ، وَمَنْ كَثُرَتْ كُنَاهُ، اَوْ نُعُوْتُهُ؛ وَمَنْ وَافَقَتْ كُنْيَتُهُ، اسْمَ أَبِيْهِ؛ اَوْ بِالْعَكْسِ؛ اَوْ كُنْيَتُهُ كُنْيَةَ زَوْجَتِهِ؛ اَوْ وَافَقَ اسْمُ شَيْخِهِ اسْمَ أَبِيْهِ وَمَنْ نُسِبَ إِلَى غَيْرِ أَبِيْهِ؛ اَوْ اِلَى غَيْرِ مَا يَسْبِقُ اِلَى الْفَهْمِ؛ وَمَنِ اتَّفَقَ اسْمُهُ وَاسْمُ أَبِيْهِ وَجَدِّهِ؛ اَوْ وَاسْمُ شَيْخِهِ وَشَيْخِ شَيْخِهِ، وَمَنِ اتَّفَقَ اسْمُ شَيْخِهِ

وَالرَّاوِیْ عَنْهُ۔

ترجمہ:۔ فصل: اور (اہم امور میں سے ہے) نام والوں کی کنیت کا پہچاننا، اور کنیت والوں کے ناموں کا، اور جن کا نام ہی ان کی کنیت ہے، اور جن کی کنیت میں اختلاف کیا گیا ہے، اور جن کی متعدد کنیتیں ہیں، یا متعدد صفات ہیں۔ اور جس کی کنیت اس کے والد کے نام کے موافق ہے، یا اس کا برعکس ہے، یا اس کی کنیت اس کی بیوی کی کنیت کے موافق ہے، یا اس کے استاذ کا نام اس کے والد کے نام کے موافق ہے۔ اور جو غیر والد کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، یا غیر متبادر الی الفہم چیز کی طرف منسوب کئے گئے ہیں اور جن کا نام ان کے والد کے نام کے ساتھ اور ان کے دادا کے نام کے ساتھ موافق ہے، یا اُن کے شیخ اور شیخ الشیخ کے نام کے ساتھ موافق ہے، یا جس کے استاذ کا نام اس سے روایت کرنے والے شاگرد کے نام کے ساتھ موافق ہے (ان سب رُوات کو پہچاننا اہم امور میں سے ہے۔)

فصل:۔ یہ خاتمہ کی فصل ہے۔ مصنف رحمہ اللہ نے چند امور مہمہ کا تذکرہ کرنے کے بعد دو ضروری مسئلے بیان کئے تھے۔ اب اُن سے فصل کر کے مطلب سابق (امور مہمہ) کی طرف لوٹتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کے طالب علم کے لئے امور ذیل کا جاننا بھی بہت ضروری ہے۔

نام والوں کی کنیتیں:۔ سند میں عام طور پر جن رُوات کے نام ذکر کئے جاتے ہیں، اگر ان کی کنیتیں بھی ہوں تو اُن کا جاننا بھی ضروری ہے کیونکہ احتمال ہے کہ کسی سند میں اُن کا تذکرہ کنیت سے آجائے۔ اب اگر طالب علم کنیت نہیں جانتا ہوگا تو دھوکہ کھا جائے گا اور اس راوی کو دوسرا راوی سمجھ لے گا مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک کنیت ابو عبدالرحمٰن بھی ہے۔ روایات میں اس کنیت سے بھی آپ کا تذکرہ آتا ہے۔

کنیت والوں کے نام:۔ سند میں عام طور پر جن رُوات کی کنیتیں ذکر کی جاتی ہیں، اُن کے ناموں کا جاننا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ بعض مرتبہ وہ نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ مثلاً مشہور تابعی حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کا نام محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری ہے اور سندوں میں کسی کسی جگہ آپ کا نام سے بھی

تذکرہ آجاتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عبداللہ بن عثمان ہے اور آپ کے والد کی کنیت ابو قحافہ ہے۔

۹ نام ہی کنیت:- جن رُواۃ کے نام ہی کنیت ہیں ان کو جاننا بھی ضروری ہے۔ ایسے رُواۃ بہت کم ہیں۔ مثلاً ابو بلال اشعری (شریک کے شاگرد) اور ابو حصین (ابوحاتم رازی رحمہ اللہ کے شاگرد)

۱۰ کنیت میں اختلاف:- جن رُواۃ کی کنیتوں میں اختلاف ہے ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی کنیت بعض حضرات ابو زید بیان کرتے ہیں اور بعض ابو محمد اور بعض ابو خارجہ۔

۱۱ متعدد کنیتیں:- جن رواۃ کی متعدد کنیتیں ہیں ان کو جاننا بھی ضروری ہے تاکہ کسی جگہ کنیت بدل جائے تو دھوکہ نہ ہو متعدد کنیت والے رُواۃ بہت ہیں مثلاً ابن جُرَیج (عبدالملک بن عبدالعزیز بن جُرَیج) کی دو کنیتیں ابوالولید اور ابو خالد ہیں۔

۱۲ متعدد صفات:- جن رُواۃ کے القاب وصفات متعدد ہیں ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دو لقب صدّیق اور عتیق ہیں

۱۳ کنیت اور والد کے نام میں توافق:- جن رُواۃ کی کنیتیں اور ولدیت ایک ہوتی ہے ان کا جاننا بھی ضروری ہے مثلاً حضرت ابو اسحٰق ابراہیم بن اسحٰق طالقانی اور ابو العَنبَس حجر بن العنبس

۱۴ راوی کے نام اور والد کی کنیت میں توافق:- جن رواۃ کے نام اور اُن کے والد کی کنیت ایک ہوتی ہے ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً حضرت اسحٰق بن ابی اسحٰق عمرو بن عبداللہ السَّبِیعی

۱۵ میاں بیوی کی کنیتوں میں توافق:- جن رُواۃ کی کنیت اور ان کی بیوی کی کنیت ایک ہو ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ ام ایوب انصاریہ رضی اللہ عنہا۔

۱۶ استاذ اور والد کے نام میں توافق:- بعض راویوں کے والد کا نام اور ان کے استاذ کا نام ایک ہوتا ہے، ان کو جاننا بھی

ضروری ہے تاکہ استاذ کو والد نہ سمجھ بیٹھے اور یہ دھوکہ نہ ہوجائے کہ راوی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے مثلاً رَبِیعُ بن اَنَس عن اَنَس میں مروی عنہ (استاذ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔

۱۷ غیر باپ کی طرف نسبت: بعض راویوں کی نسبت کسی وجہ سے غیر باپ کی طرف ہوجاتی ہے۔ ان کو جاننا بھی ضروری ہے تاکہ اگر کسی سند میں باپ کی طرف نسبت آجائے تو دھوکہ نہ ہو مثلاً حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عمرو ہے اور اسود زہری کی طرف نسبت اس لئے مشہور ہوگئی تھی کہ اُس نے اُن کو بیٹا بنالیا تھا۔

۱۸ غیر متبادر نسبت: بعض راویوں کی نسبت سے جو مفہوم متبادر ہوتا ہے وہ مراد نہیں ہوتا، بلکہ غیر متبادر مفہوم مراد ہوتا ہے ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً خالد حَذَّاء رحمہ اللہ موچی نہیں تھے بلکہ اِن کو حَذَّاء اس لئے کہا جاتا تھا کہ وہ ایک موچی کے پاس بیٹھتے تھے اسی طرح سلیمان تیمی قبیلۂ بنو تیم کے فرد نہیں تھے اس قبیلہ میں بود و باش کی وجہ سے اُن کو تیمی کہا جاتا تھا۔

۱۹ تین پشتوں تک ایک ہی نام: بعض رُوات کے کئی پشتوں تک ایک ہی نام ہوتے ہیں ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً امام غزالی رح کا نام ہے محمد بن محمد بن محمد الغزالی یا مثلاً ابن ماجہ میں ایک راوی ہیں جن کا نام ہے حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب (تذکرۃ الحفاظ میں ایک جگہ ہے کہ ایسی مثال موجود ہے کہ چودہ ۱۴ پشتوں تک ایک ہی نام "محمد" چلتا رہا)

۲۰ راوی، استاذ اور استاذ الاستاذ کے ناموں میں توافق: ہو تو ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً عِمران (القصیر) عن عمران (ابی رجاء العطاردی) عن عمران (بن حُصین رضی اللہ عنہ) یا مثلاً سلیمان (الطبرانی) عن سلیمان (الواسطی) عن سلیمان (الدمشقی المعروف بابن بنت شرحبیل)

۲۱ کسی راوی کے استاذ اور شاگرد کے ناموں میں توافق: ہو تو ان کو جاننا بھی ضروری ہے مثلاً مسلم (صَاحبُ الصحیح) عن البُخاری عن مسلم (بن ابراھیم الفَرَادِیسِی) یا مثلاً

هشام (الدستوائی) عن یحیی بن ابی کثیر عن هشام (بن عروۃ)

وَمَعْرِفَةُ الأَسْمَاءِ الْمُجَرَّدَةِ، وَالْمُفْرَدَةِ، وَالْكُنَى، وَالأَلْقَابِ، وَ الأَنْسَابِ؛ وتَقَعُ الى الْقَبَائِلِ، وإلى الأَوْطَانِ، بِلَادًا، أوْ ضِيَاعًا، او سِكَكًا، أوْ مُجَاوَرَةً وإلى الصَّنَائِعِ، وَالْحِرَفِ؛ وَيَقَعُ فِيهَا الإتِّفَاقُ والإشْتِبَاهُ، كَالأَسْمَاءِ، وقَدْ تَقَعُ أَلْقَابًا، ومَعْرِفَةُ أَسْبَابِ ذٰلِكَ

ترجمہ اور اہم امور میں سے ہے) اسمار مجردہ[۲۲] اور اسمار مفردہ[۲۳] اور کُنی (مجردہ ومفردہ) اور القاب[۲۵] وانساب کا پہچاننا ـــــ اور نسبتیں (کبھی) ہوتی ہیں قبیلوں کی طرف اور (کبھی) وطن کی طرف، خواہ وہ وطن شہر ہو یا جائداد ہو یا کوچہ ہو یا پڑوس ہو۔ اور (کبھی نسبتیں) کاریگری کی طرف اور پیشوں کی طرف ہوتی ہیں اور ان نسبتوں میں ناموں کی طرح اتفاق اور اشتباہ بھی ہوتا ہے ـــــ اور کبھی نسبتیں لقب بن جاتی ہیں اور ان[۲۶] کے اسباب کو پہچاننا بھی امور مہمہ میں سے ہے)

اسمار مجردہ[۲۲] بعض راویوں کے صرف نام ہی ہوتے ہیں۔ کنیت اور لقب کچھ نہیں ہوتا، اُن کو جاننا بھی ضروری ہے۔

اسمار مفردہ[۲۳] بعض رُوات اپنے ناموں میں تنہا ہوتے ہیں، اُن کا ہم نام کوئی نہیں ہوتا۔ اُن کو جاننا بھی ضروری ہے جیسے سَنْدَرْ (بروزن جَعْفَر) مولی زنباع رضی اللہ عنہ

کنیت مجردہ ومفردہ[۲۴] بعض راویوں کی صرف کنیت ہوتی ہے، نام اور لقب کچھ نہیں ہوتا اور بعض راویوں کی کنیت ایسی ہوتی ہے کہ دوسرے کسی کی وہ کنیت نہیں ہوتی۔

القاب[۲۵] رُوات کے القاب کا پہچاننا بھی ضروری ہے۔ لقب کبھی کوئی نام ہوتا ہے۔ جیسے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ اور کبھی لقب کنیت ہوتی ہے جیسے ابو تراب (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لقب ہے) اور کبھی کوئی عیب لقب بن جاتا ہے جیسے سلیمان

اَعْمَش (چندھیا) عبدالرحمٰن بن ہُرمُز الاَعْرَج (لنگڑا) مسلم بن عمران البَطِین (پیٹو) اور کبھی پیشہ لقب بن جاتا ہے جیسے بَزّاز (پارچہ فروش) عَلّاف (دوا فروش) بَزّار (بیج اور مسالہ فروش)

اَنْسَاب:- رُواۃ کی نسبتوں کا پہچاننا بھی ضروری ہے۔ نسبت کبھی قبیلہ کی طرف ہوتی ہے جیسے ابوہریرۃ دَوسی رضی اللہ عنہ (قبیلۂ دوس کی طرف نسبت ہے) اور متقدمین کی زیادہ تر نسبتیں قبائل ہی کی طرف ہوتی تھیں اور نسبت کبھی وطن کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ (دہلی کی طرف نسبت ہے) اور متاخرین کی زیادہ تر نسبتیں وطن ہی کی طرف ہوتی ہیں۔ پھر وطن عام ہے خواہ کوئی شہر ہو یا کوئی جائداد (مزرعہ) ہو، یا کسی شہر کا کوئی کوچہ ہو یا صرف پڑوس کی وجہ سے نسبت ہو اور کبھی نسبت پیشہ اور کاریگری کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے خیّاط (درزی)

تنبیہ:- جس طرح ناموں میں اتفاق اور اشتباہ ہوتا ہے اسی طرح نسبتوں میں بھی اتفاق اور اشتباہ ہوتا ہے مثلاً حَنَفِی متبع امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بھی کہتے ہیں اور عرب کے قبیلہ بنو حنیفہ کے افراد کو بھی کہتے ہیں۔ دونوں لکھنے میں اور بولنے میں یکساں ہیں اسلئے نسبت میں اشتباہ ہے۔

تنبیہ:- نسبت کبھی لقب بھی بن جاتی ہے جیسے خالد بن مَخلَد کوفی رحمہ اللہ کا لقب ہے قطوانی

القاب و انساب کے اسباب:- کا جاننا بھی اُس وقت ضروری ہو جاتا ہے جب اُن کی حقیقت ظاہر کے خلاف ہو۔ مثلاً حضرت ابو مسعود عُقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو بَدری اس لئے نہیں کہا جاتا کہ وہ جنگ بدر میں شریک تھے بلکہ ان کو بدری اس لئے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مقام بدر میں قیام اختیار فرما لیا تھا۔ یا مثلاً معاویہ بن عبدالکریم کو ضالّ (گمراہ) اس لئے کہا جاتا ہے کہ مکہ شریف جاتے ہوئے راستہ میں گم ہو گئے تھے یا مثلاً امام اسحٰق بن ابراہیم کے والد کو رَاہُوْیَہ (راستہ والا) اس لئے کہا جاتا تھا کہ ان کی پیدائش اس وقت ہوئی تھی جب ان کی والدہ حج کے لئے مکہ مکرمہ جارہی تھیں۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

وَمَعْرِفَةُ الْمَوَالِيْ مِن أَعْلَى، وَمِن أَسْفَلَ، بِالرِّقِّ، أَوْ بِالْحِلْفِ؛ وَمَعْرِفَةُ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ؛ وَمَعْرِفَةُ أَدَبِ الشَّيْخِ وَ الطَّالِبِ؛ وَسِنِّ التَّحَمُّلِ وَالْأَدَاءِ؛ وَكِتَابَةِ الْحَدِيْثِ، وَعَرْضِهِ، وَسَمَاعِهِ، وَإِسْمَاعِهِ، وَالرِّحْلَةِ فِيْهِ،

ترجمہ:- اور (امور مہمہ میں سے ہے) موالی[28] کا پہچاننا (کہ وہ) اوپر سے ہے (یعنی آزاد کرنے والا ہے) یا نیچے سے ہے (یعنی آزاد شدہ ہے) غلامی کی وجہ سے ہے یا معاہدہ کی وجہ سے ——— اور بھائی بہن[29] روات کا پہچاننا، اور استاذ[30] شاگرد کے آداب کا جاننا، اور پڑھنے[31] پڑھانے کی عمر کا معلوم کرنا، اور حدیث[32] شریف کے لکھنے کا طریقہ اور اس کے مقابلہ کرنے کا طریقہ جاننا اور اس کے سننے سنانے کا طریقہ اور اس کے لئے سفر کرنے کا طریقہ جاننا (بھی امور مہمہ میں سے ہے)

موالی[28]:- مولیٰ کی جمع ہے۔ مولیٰ کئی معنیٰ میں مشترک لفظ ہے مثلاً مولیٰ اعلیٰ (آزاد کنندہ)، مولیٰ اسفل (آزاد کردہ) مولیٰ بالحلف (جس سے باہمی نصرت وغیرہ کا قسم کھا کر معاہدہ کیا گیا ہو)، مولیٰ بالاسلام (جس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہو) وغیرہ اس لئے رُوات کے بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ کون کس طرح کا مولیٰ ہے مثلاً حضرت آبی اللحم غفاری مولی عمیر رضی اللہ عنہما میں مولیٰ بمعنیٰ آزاد کنندہ ہے اور نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہ میں مولیٰ بمعنیٰ آزاد کردہ ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ جعفی ہیں ولاءِ اسلام سے

بھائی بہن رُوات[29]:- کو بھی جاننا نہایت ضروری ہے تاکہ دو مشتبہ ناموں کا فرق معلوم ہو سکے اور دیگر امور پر بھی روشنی پڑے مثلاً عبید اللہ بن عمر عُمری اور عبد اللہ بن عمر عمری بھائی ہیں۔ بڑے عبید اللہ ہیں اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔ اور چھوٹے عبد اللہ ہیں اور ان میں کلام کیا گیا ہے۔

محدث کے آداب[30]:- کا جاننا بھی ضروری ہے تاکہ جسے حدیث شریف کے پڑھانے کا موقع ملا ہے وہ خود بھی برکات سے متمتع ہو اور دوسروں کو بھی فیض پہنچائے (۱) علم حدیث چونکہ دینی علم، نور الٰہی اور میراثِ نبوت ہے اس لئے

اس علم کے وارثین پر اس کا احترام سب سے زیادہ ضروری ہے (۲) محدث کے لئے سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنا ضروری ہے (۳) محدّث کو چاہیئے کہ صحیح احادیث بیان کرے اور منکر روایات بیان کرنے سے احتراز کرے (۴) نیت خالص رکھے (۵) طلبہ کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرے (۶) حدیث شریف پڑھاتے وقت کسی سے بات چیت نہ کرے (۷) اور تواضع کو لازم پکڑے (۸) اور شکر خداوندی بجالائے کہ اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت ارشادات کے پڑھانے کی توفیق ملی ہے (۹) اوامر شرع کی تعمیل اور منہیات سے پرہیز کرنے کی انتہائی کوشش کرے خصوصًا فرائض کا بہت زیادہ اہتمام کرے اور اُن کو کما حقہ ادا کرے (۱۰) اور حرص وطمع حسد کینہ، بغض وعداوت اور ریاء وسمعہ کو بالکلیہ ترک کر دے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی (آمین)

۳۰ طالب حدیث کے آداب! کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے تاکہ جسے حدیث شریف کے پڑھنے کا موقعہ ملا ہے وہ اُس بابرکت علم کے ثمرات سے محروم نہ رہے، کیونکہ بے ادب محروم گشت از فضل رب!

(۱) طالب حدیث کو چاہیئے کہ نیت خالص کرے اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے حدیث شریف پڑھے، کوئی دنیوی غرض پیش نظر نہ رکھے (۲) اپنے شیخ کی بلحاظ عالم دین ہونے کے انتہائی عزت واحترام کرے اور تعلّی کے وہم سے بھی بچے (۳) اور استاذ سے استفادہ کرنے میں بالکل شرم نہ کرے (۴) فرائض، واجبات اور سنن کا التزام رکھے (۵) اور گناہوں سے پرہیز کرنے میں انتہائی کوشش کرے۔

(۶) غیبت، مذاق اور ساتھیوں کو ستانے سے احتراز کرے (۷) کتاب اور درسگاہ کا پورا پورا احترام کرے (۸) اور کوشش کرے کہ سبق میں شروع سے آخر تک حاضر رہے تاکہ استاذ کی کوئی بات سننے سے رہ نہ جائے (۹) اور استاذ کی بات بغور سنے اور سمجھنے کی پوری پوری کوشش کرے اور ہو سکے تو لکھ بھی لے تاکہ وقت ضرورت کام آئے۔

(۱۰) اور ہمیشہ شکر الٰہی بجالائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت ارشادات کے پڑھنے کی اس کو توفیق عطا فرمائی۔

۳۱ حدیث شریف پڑھنے پڑھانے کی عمر: کوئی تعیین نہیں ہے جب بھی شعور اور صلاحیت پیدا ہو پڑھ پڑھا سکتا ہے۔

دیگر ضروری امور یہ ہیں (۱) حدیث شریف کے لکھنے کا طریقہ معلوم ہونا چاہیئے۔ (۲) پھر لکھے ہوئے کا مقابلہ کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہونا چاہیئے۔ (یہ دونوں باتیں اُس وقت ضروری تھیں جب حدیث شریف کی کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں) (۳) نیز طالب علم اور محدّث حدیث شریف کے سننے سنانے میں کامل توجہ اور دھیان سے کام لیں، کسی دوسری بات کی طرف ان کا دھیان نہ جانا چاہیئے (۴) اور طالب علم کو چاہیئے کہ اوّل اپنے وطن سے قریب محدّث سے احادیث سنے پھر اس کے بعد دوسری جگہ حدیث شریف سننے کے لئے جائے (یہ ادب اس وقت تھا جب مدارسِ اسلامیہ کا باقاعدہ نظام نہیں تھا)

وَتَصْنِيْفِهِ عَلَى الْمَسَانِيْدِ اَوِ الْاَبْوَابِ، اَوِ الْعِلَلِ، اَوِ الْاَطْرَافِ ؛

ترجمہ: اور (امورِ مہمہ میں سے ہے) حدیث شریف کی تصنیف کا طریقہ جاننا، مسانید پر یا ابواب پر، یا عِلَل پر، یا اطراف پر۔

تصنیف کا طریقہ: احادیث شریفہ کی تصنیف کا طریقہ بھی جاننا ضروری ہے۔ احادیث کئی طرح سے مرتّب کی جاتی ہیں اور ہر ایک قسم کا ایک خاص اصطلاحی نام ہے۔ حدیث کے طالب علم کو مراجعت کتبِ حدیث کے لئے ان اقسام کا جاننا بھی ضروری ہے

جَوامع ۱۔ جامع کی جمع ہے جامع اس کتابِ حدیث کو کہتے ہیں جس میں آٹھ مضامین کی حدیثیں جمع کی گئی ہوں۔ ان آٹھ مضامین کو ایک شعر میں جمع کیا گیا ہے ؎

سِیَر، آداب وتفسیر وعقائد فتن، اشراط واحکام ومناقب

نوٹ ۱۔ صحاح ستہ میں سے بخاری شریف اور ترمذی شریف بالاتفاق جامع ہیں۔ اور مسلم شریف کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ اس میں تفسیر کا حصّہ بہت کم ہے باقی کتابیں جامع نہیں ہیں بلکہ سُنَن ہیں۔

سُنَن: وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث کو ابوابِ فقہیہ کی ترتیب سے جمع کیا جاتا ہے ان کتابوں کا خاص مقصد مستدلات فقہاء جمع کرنا ہے جیسے سُنَن ترمذی، سُنَن ابوداؤد، سُنَن نسائی، سُنَن ابن ماجہ، سُنَن دارمی، سُنَن دارقطنی وغیرہ۔

۳ مَسانید: مُسنَد کی جمع ہے مُسنَد وہ کتاب ہے جس میں احادیث شریفہ کو صحابۂ کرام کے ناموں کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہو یعنی ایک صحابی کی تمام مرویات ایک جگہ ذکر کردی گئی ہوں، خواہ وہ کسی باب سے متعلق ہوں پھر دوسرے صحابی کی پھر تیسرے صحابی وھلمّ جرّا جیسے مُسنَدِ امام احمد بن حنبل اور مسند حمیدی وغیرہ۔

۴ مَعاجِم: معجم کی جمع ہے۔ معجم اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی محدّث نے اپنے شیوخ اور اساتذہ کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں یعنی ایک شیخ کی جملہ مرویات بیان کرکے دوسرے شیخ کی مرویات بیان کی ہوں پھر تیسرے کی وھلم جرّا جیسے امام طبرانی کے معاجم ثلاثہ: کبیر، اوسط اور صغیر۔

۵ مُستدرَک: اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری کتاب حدیث کی ایسی چھٹی ہوئی حدیثوں کو جمع کیا گیا ہو جو مذکورہ کتاب کی شرائط کے مطابق ہوں جیسے حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ کی "مستدرک علی الصحیحین"

۶ مُستخرَج: اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی ایسی سند سے روایت کیا گیا ہو جسمیں مصنف کا واسطہ نہ آتا ہو جیسے اسماعیلی کا مستخرج بخاری شریف پر اور ابو عوانہ کا مستخرج صحیح مسلم شریف پر۔

۷ اَجزاء: جزء کی جمع ہے، جزء اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی جزوی مسئلہ سے متعلق تمام روایات یکجا کردی گئی ہوں جیسے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتابیں "جزء القراءۃ" اور "جزء رفع الیدین"

۸ افراد و غرائب: اُن کتب حدیث کو کہا جاتا ہے جن میں کسی ایک محدّث کے تفردات کو جمع کیا گیا ہو جیسے دارقطنی رحمہ اللہ کی کتاب الافراد اور غرائب امام مالک۔

۹ تجرید: اُن کتب حدیث کو کہا جاتا ہے جن میں کسی کتاب حدیث سے سَنَد اور مکررات کو حذف کرکے صرف صحابی کا نام لے کر حدیثوں کو بیان کیا گیا ہو جیسے زبیدی رحمہ اللہ کی "تجرید بخاری" اور قرطبی کی "تجرید مسلم"

۱۰ تخریج: وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتاب کی بے حوالہ حدیثوں کی سند اور حوالہ درج کیا گیا ہو جیسے ہدایہ کی تخریج امام زیلعی کی مشہور کتاب "نصب الرایۃ" اور حافظ ابن حجر کی "الدرایۃ" اور "التلخیص الحبیر"

کُتُبِ جمع [11]: وہ ہیں جن میں ایک سے زائد کتب حدیث کی روایتوں کو بحذف سند وتکرار اجمع کیا گیا ہو جیسے حمیدی کی الجمع بین الصحیحین اور ابن الاثیر جزری کی جامع الاصول (جسمیں صحاح ستہ کی احادیث کو جمع کیا گیا ہے)

اطراف [12]:- وہ کتب حدیث ہیں جن میں احادیث کے صرف اوّل حصّہ کو ذکر کرکے اس کی تمام سندوں کو جمع کیا گیا ہو یا کتابوں کی تقیید کے ساتھ اسانید جمع کی گئی ہوں جیسے امام مزی رحمہ اللہ کی "تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف"

فہارس [13]:- وہ کتب حدیث ہیں جن میں کسی ایک یا زائد کتابوں کی احادیث کی فہرست جمع کردی گئی ہو تاکہ حدیث کا نکالنا آسان ہوجائے جیسے فہارس البخاری، مفتاح کنوز السنۃ اور المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی۔

اربعین [14]:- چہل حدیث وہ کتاب ہے جس میں کم وبیش چالیس حدیثیں کسی ایک موضوع سے متعلق یا مختلف ابواب سے متعلق جمع کی گئی ہوں جیسے امام نووی رحمہ اللہ کی الاربعین (اربعینات بہت لکھی گئی ہیں)

موضوعات [15]:- وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث موضوعہ (گھڑی ہوئی حدیثوں) کو جمع کیا گیا ہے جیسے ملا علی قاری رحمہ اللہ کی الموضوعات الکبریٰ اور المصنوع فی الاحادیث الموضوع (موضوعات صغری)

کُتُبِ احادیث مشہورہ [16]:- وہ ہیں جن میں ان احادیث کی تحقیق کی جاتی ہے جو عام طور سے مشہور اور زبان زد ہوتی ہیں مگر ان کی سند کا علم عام طور پر نہیں ہوتا جیسے سخاوی رحمہ اللہ کی "المقاصد الحسنہ فی الاحادیث المشتہرہ علی الالسنہ۔

غریبُ الحدیث [17]: وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث شریفہ کے کلمات کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ بیان کئے جاتے ہیں جیسے ابن الاثیر جزری رحمہ اللہ کی نہایہ فی غریب الحدیث اور زمخشری رحمہ اللہ کی الفائق اور شیخ محمد بن طاہر پٹنی رحمہ اللہ کی مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل والآثار

عِلَل [18]:- وہ کتب حدیث ہیں جن میں ایسی احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن کی سند پر کلام ہوتا ہے جیسے امام ترمذی کی کتاب العلل الکبیر اور کتاب العلل الصغیر اور ابن ابی حاتم رازی کی کتابُ العِلل۔

۱۹ کتب الاذکار:- وہ ہیں جن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعائیں جمع کی جاتی ہیں جیسے امام نووی کی کتاب الاذکار اور ابن الجزری رح کی الحصن الحصین من کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

۲۰ زوائد:- وہ کتابیں ہیں جن میں کسی کتاب کی صرف وہ احادیث جمع کردی جاتی ہیں جو کسی دوسری کتاب سے زائد ہیں جیسے علامہ نورالدین ہیثمی کی مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (اس میں مسند احمد، مسند بزار، مسند ابی یعلی اور معاجم ثلاثہ طبرانی کی ان زائد احادیث کو یکجا کردیا گیا ہے جو صحاح ستہ میں نہیں ہیں) یا جیسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ،

نوٹ ان کے علاوہ اور بھی متعدد طریقوں سے احادیث شریفہ تصنیف کی گئی ہیں۔ ہم نے اختصاراً ان کا تذکرہ چھوڑ دیا ہے۔

وَمَعْرِفَةُ سَبَبِ الْحَدِيْثِ؛ وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهِ بَعْضُ شُيُوْخِ الْقَاضِيْ أَبِيْ يَعْلَى بْنِ الْفَرَّاءِ؛ وَصَنَّفُوْا فِيْ غَالِبِ هٰذِهِ الْأَنْوَاعِ؛ وَهِيَ نَقْلٌ مَحْضٌ، ظَاهِرَةُ التَّعْرِيْفِ، مُسْتَغْنِيَةٌ عَنِ التَّمْثِيْلِ، فَلْتُرَاجَعْ مَبْسُوْطَاتُهَا، وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ۔

ترجمہ:- اور (امور مہمہ میں سے ہے) سبب[۳۴] ورود حدیث کا پہچاننا۔ اور اس سلسلہ میں قاضی ابو یعلی بن الفراء کے بعض اساتذہ نے کتاب بھی لکھی ہے اور محدثین نے ان انواع میں سے اکثر انواع میں تصنیفات کی ہیں اور یہ (سب انواع) منقول محض ہیں اور سب کی تعریفات ظاہر ہیں اور مثالوں سے بے نیاز ہیں، پس چاہئے کہ مطولات کی طرف مراجعت کی جائے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والے ہیں۔

---

۳۴ اسباب ورود حدیث کا جاننا بھی بہت ضروری ہے۔ یعنی جس طرح آیات قرآنی کے لئے شان نزول ہوتے ہیں اسی طرح احادیث شریفہ کے لئے بھی مواقع اور محل ہوتے ہیں، جن کا جاننا بے حد ضروری ہے

قاضی ابویعلی حنبلی (ولادت ۳۸۰ھ وفات ۴۵۸ھ) کے استاذ ابوحفص عمر بن ابراہیم العکبری (متوفی ۳۸۷ھ) نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھنی شروع کی تھی مگر وہ پوری نہ ہو سکی۔ متاخرین میں سے شریف ابراہیم بن محمد المعروف بابن حمزہ حسینی حنفی دمشقی (ولادت ۱۰۵۴ھ وفات ۱۱۲۰ھ) نے تین جلدوں میں بہت جامع اور قیمتی کتاب لکھی ہے جس کا نام "البیان والتعریف فی اسباب وُرُودِ الحدیث الشریف" ہے یہ کتاب مطبوعہ ہے اور عرب ممالک میں ملتی ہے۔

خاتمہ: میں جن ضروری انواع کا تذکرہ کیا گیا ہے، قریب قریب ہر ایک نوع کے متعلق حضرات محدثین نے کوئی نہ کوئی کتاب لکھی ہے۔ فجزاہم اللہ عنا خیرًا۔ نیز خاتمہ میں جن امور کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ سب خالص منقولات ہیں۔ اور ایسی واضح باتیں ہیں جن کی نہ تعریف کی ضرورت ہے اور نہ مثالوں کی۔ پھر جملہ امور کی تفصیل حضرات محدثین کی بڑی کتابوں میں موجود بھی ہے اس لئے بوقتِ ضرورت ان کی طرف مراجعت کر لی جائے۔

وَاللّٰہُ الموفق۔

خیر الاصول داخل نصاب

قطب الارشاد والتکوین شیخ المشائخ والکاملین مجدد الملۃ حکیم الامۃ سیدی ومولائی ومرشدی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا

مکتوب گرامی

آج صبح آپ کا رسالہ خیر الاصول یہاں (مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون) کے نصاب میں داخل کر کے نقشہ لکھوا دیا گیا کہ مشکوٰۃ سے پہلے اس کو پڑھایا کرے۔ انتہی

۱۲ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ

تقسیم حدیث چہارگانہ

- (۱) بلحاظ تعداد اسانید
  - (۱) متواتر
  - (۲) مشہور (مستفیض)
  - (۳) عزیز
  - (۴) غریب
    - آحاد
      - فرد مطلق
      - فرد نسبی
      - (۱) مقبول
        - (۱) صحیح لذاتہ
        - (۲) صحیح لغیرہ
        - (۳) حسن لذاتہ
        - (۴) حسن لغیرہ
      - (۲) مردود
- (۲) بلحاظ غایت سند
  - (۱) مرفوع
    - صریح
      - قولی
      - فعلی
      - حکمی
    - حکمی
      - قولی
      - فعلی
      - حکمی
  - (۲) موقوف
  - (۳) مقطوع
- (۳) قلت وسائط کے اعتبار سے
  - روایت الاقران
  - علو (عالی)
    - مطلق
      - (۱) موافقت
      - (۲) بدل
      - (۳) مساوات
      - (۴) مصافحہ
  - [illegible]

اسباب ردّ

- (۱) طعن
  - (۱) متعلق بہ عدالت
    - (۱) کذب — حدیث موضوع
    - (۲) تہمت کذب — حدیث متروک
    - (۳) فسق — منکر
    - (۴) جہالت — کے اسباب
      - (۱) عدم تسمیہ
      - (۲) غیر معروف تسمیہ
      - (۳) تقلیل الروایہ
        - (۱) مجہول العین
        - (۲) مجہول الحال (مستور)
    - (۵) بدعت
      - (۱) مستلزم کفر
      - (۲) مستلزم فسق
  - (۲) متعلق بہ ضبط
    - (۱) فحش غلط — حدیث منکر
    - (۲) کثرت غفلت — حدیث منکر
    - (۳) وہم — حدیث معلل
    - (۴) مخالفت ثقات
      - (۱) مدرج الاسناد
      - (۲) مدرج المتن
      - (۳) مقلوب
      - (۴) مزید فی متصل الاسانید
      - (۵) مضطرب
      - (۶) مصحف و محرف
    - (۵) سوء حفظ
      - (۱) لازم (حدیث شاذ)
      - (۲) طاری (حدیث مختلط)
- (۲) سقط
  - (۱) واضح
    - (۱) معلق
    - (۲) مرسل
      - ظاہر
      - خفی
    - (۳) معضل
    - (۴) منقطع
  - (۲) خفی (تدلیس)
    - (۱) تدلیس الاسناد
    - (۲) تدلیس الشیوخ
    - (۳) تدلیس التسویہ

متفرق نقشہ جات

صِیَغِ اداء

1. سمعت وحدثنی (تحدیث)
2. اخبرنی و قرأتُ علیہ (اخبار)
3. قریٔ علیہ وانا اسمع
4. انبأنی
5. ناولنی (مناولہ)
6. شافہنی (شافہہ)
7. کتب الیَّ (مکاتبہ)
8. عن، قال، ذکر، روی وغیرہ

زیادتِ ثقات

1. مقبول
2. محفوظ
3. شاذ
4. معروف
5. منکر

طرقِ روایت

1. تحدیث (حدثنی)
2. اخبار (اخبرنی)
3. مناولہ (ناولنی)
4. مکاتبہ کتب الی
5. اجازت
   - اجازت معینہ خاصہ
   - اجازۃ عامہ
   - اجازۃ للمجہول
   - اجازۃ بالمجہول
   - اجازۃ للمعدوم
6. وصیت کتاب

تعارض کے اعتبار سے حدیث مقبول کی تقسیم

1. محکم
2. مختلف الحدیث
3. ناسخ
4. منسوخ
5. راجح
6. مرجوح
7. متوقف

ہمنام رُوات

1. متفق ومفترق
2. مؤتلف ومختلف
3. متشابہ
4. دیگر مرکب اقسام

احوالِ رُوات

تعدیل

1. اعلیٰ رتبہ — اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو
2. متوسط رتبہ — صفت مادحہ کی لفظاً یا معنیً تکرار کی گئی ہو
3. ادنیٰ رتبہ — وہ تعدیل جو جرح کے ادنیٰ مرتبہ سے قریب ہو جیسے شیخ

جرح

1. اعلیٰ رتبہ — اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو
2. متوسط رتبہ — دجال، وضاع، کذاب
3. ادنیٰ رتبہ — فیہ لین، فیہ کلام وغیرہ